تزکیۂ نفس

باب پنجم

تنظیمِ اسلامی

فہرست

حُبّ 1
محبت کی اقسام 3
واجب محبت 3
اللہ سے محبت 4
اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت 5
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت 9
قرآن سے محبت 12
کعبہ سے محبت 12
صحابہ کرامؓ اور آل محمدؐ سے محبت 13
دین کے مددگاروں سے محبت 13
مباح محبتیں 14
مباح محبتوں کی اہمیت 15
مباح محبتوں کی حدود 16
حرام محبت 19
مختلف محبتوں کی نشاندہی 23
حرص 27
مطلوب حرص 27
بری حرص 29
آخرت کا حریص پرسکون،
دنیا کا حریص بے سکون 30
حرص کے مقابلہ میں قناعت 32
حرص اور بخل 34
خیانت 36
نفاق 36
مختلف امانتیں 39
اللہ کی امانت 39
اپنی ذات کی امانت 40
انسانوں کی امانتیں 41
عہدے کی امانت 43
خیانت کے جواب میں خیانت 45
مریض کی بات امانت 46
خیانت پر خیانت 46
کسی کا فون یا چھپی بات سننا 47
دھوکا اور خیانت 47
وعدہ اور خیانت 48
مشورے کی امانت 51
دفتر کے متعلق امانت 52
پبلک مقامات کی خیانت 55
گھریلو مکالمات میں خیانت 55
میاں بیوی کے متعلق بات 56
بجلی میں خیانت 57
سسرال کی امانت 58
میکے کی امانت 58
سب سے بڑی خیانت 59
اساتذہ کی خیانت 59

باب پنجم

حُبّ

’’ حُبّ‘‘ کے معنی ہیں’’محبت‘‘، یہ جذبہ بھی دل کے اندر ہوتا ہے، دل کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے۔ حُبّ اور حَبّ ملتے جلتے الفاظ ہیں۔ حُبّ کہتے ہیں محبت کو اور حَب کہتے ہیں دانے (seed) کو، بیج کو۔ انسان جس چیز کا بیج مٹی میں دباتا ہے، اُسی کا پودا نکلتا ہے اور پودے کو دیکھ کر پتا چلتا ہے کس پودے یا پھل کا بیج دبایا گیا تھا۔ بالکل اِسی طرح محبت تو دل کے اندر دبی ہوتی ہے۔ اظہار جب ہم کرتے ہیں، عمل جو ہمارا ہوتا ہے، اُس سے پتا چلتا ہے ہمیں کس سے محبت ہے؟ ہمارے دل میں کس کی محبت ہے؟ اس محبت کی نوعیت کیا ہے؟ جہاں تک محبت کا تعلق ہے، تو محبت، انتہائی مطلوب جذبہ ہے، پسندیدہ چیز ہے۔ اسلام خوش گوار جذبات کا اظہار چاہتا ہے اور ناگوار جذبات کو دبانا چاہتا ہے۔ جیسے کسی بدبودار چیز کو ڈھانپ کر رکھا جاتا ہے تاکہ بدبو نہ پھیلے، اسی طرح ناگوار جذبات بدمزگی پیدا کرتے ہیں جب کہ خوش گوار جذبات خوشبو کی طرح ہوتے ہیں، ہوا میں پھیل کر پورے ماحول کو معطر کر دیتے ہیں، مشام جاں کو فرحت پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح اسلام چاہتا ہے کہ معاشرے کے اندر خوش گوار جذبات کا اظہار ہو۔

محبت زندگی میں چاشنی پیدا کرتی ہے، خوب صورتی اور مٹھاس لاتی ہے۔ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے اُن کا نام لے کر فرمایا کہ ’’اے معاذ! مجھے تم سے محبت ہے‘‘۔ ذرا سوچیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی کیا کیفیت ہوگئی ہوگی، یہ سن کر اُنہیں کتنی مسرت اور خوشی ہوئی ہوگی۔ بعض دفعہ ہم تکلف برتتے ہیں اور بے ساختہ جذبات کا اظہار نہیں کر پاتے، کنجوسی برتتے ہیں۔ غلط فہمی (misunderstanding) کا خدشہ ہوتا ہے یا یہ کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ کوئی مفاد پوشیدہ ہے، یا پھر ٹھکرائے جانے کا خوف لاحق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے لوگ جذبات کے اظہار سے ڈرتے ہیں۔ لیکن جہاں رشتوں میں باہم اعتماد ہو، انسان اپنے نیک جذبات کا اظہار ضرور

کرے۔ والدین کے ساتھ، بچوں کے ساتھ، شوہر کے ساتھ، شوہر کے والدین کے ساتھ ضرور (share) کریں کہ آپ کو اُن سے محبت ہے، یہی مشورہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا کہ اگر تم فلاں سے محبت کرتے ہو تو اُس کو جا کر بتاؤ تم اس سے محبت کرتے ہو۔'' اس سے اُس کا دل بھی خوش ہوگا اور تعلقات بھی بہتر ہوں گے، خوش گوار ہوں گے۔

مسند احمد میں حدیث پاک ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا

''مومن تو محبت اور اُلفت کا مرکز ہے، اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے کوئی محبت نہیں کرتا اور دوسرے اس سے الفت نہیں رکھتے''۔

تو یہ بہت اچھی چیز ہے کہ لوگ آپ سے محبت کریں اور آپ لوگوں سے محبت کریں۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں محبت کرتے تھے۔ اس لیے کہ جب آپس میں محبت ہوتی ہے، تو یقین بھی ہوتا ہے، اعتماد بھی ہوتا ہے اور محبت بڑا زبردست جذبۂ محرکہ (motivating factor) ہے۔ یہ قربانیاں دینا سکھاتا ہے۔ بڑے سے بڑے مشکل مرحلوں کو محبت آسان کر دیتی ہے۔ بڑے بڑے ناگوار حالات بندہ جھیل جاتا ہے فقط محبت کی وجہ سے۔ کیوں کہ محبت چاشنی اور مٹھاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ

﴿وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۚ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ﴾ (٦٣)

''اللہ نے مومنوں کے دلوں میں محبت ڈال دی، ان کے دل جوڑ دیے۔ اگر آپ زمین بھر کی دولت خرچ کر دیتے تو اُن کے دلوں میں محبت پیدا نہ کر سکتے تھے۔''

ہمیں بھی چاہیے اللہ سے دعا کریں:

((اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا))[1]

''اے اللہ ہمارے دلوں میں الفت پیدا کر دے، اور ہمارے آپس کے معاملات کی اصلاح کر دے''۔

(۱) سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب التشہد

ایک دفعہ محبت پیدا ہو جائے، تو بدگمانی اور بدظنی ہونے کے امکانات بھی بہت کم ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ کو کسی سے محبت ہے اور کوئی اس کے بارے میں آپ کو کوئی بُری بات کہے تو آپ فوراً اس کا دفاع (defend) کریں گے کہ یہ نہیں ہوسکتا، وہ ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔ اُس کا مطلب یہ نہیں ہوگا وغیرہ وغیرہ اور کوئی کام آپ کو کتنا بھی ناگوار لگتا ہو لیکن محبت اس کو آسان کر دیتی ہے۔ مائیں کیسے راتوں کو بچوں کے لیے جاگتی ہیں۔ یہ محبت ہی کا جذبہ ہے جو جگاتا ہے، یہ ممتا ہے، محبت ہے اور یہ بہت ہی زبردست جذبہ ہے۔

شیطان محبت کا غلط استعمال سکھاتا ہے:

جب محبت اتنی طاقت ور ہے تو سوچیں کیا شیطان اس محبت کے جذبے سے بے گانہ رہے گا؟ اس پر حملہ آور نہ ہوگا؟ کیا اِس محبت کو اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش نہ کرے گا؟ محبت کا غلط استعمال نہ سکھائے گا؟ شیطان ضرور اس جذبے سے انسان کو گمراہ کرتا ہے اور اُسے باور کراتا ہے کہ یہ اُس کے اپنے دل کی بات ہے، اُس کی اپنی ذات سے یہ جذبہ پھوٹا ہے، کسی خارجی قوت کا اس میں عمل دخل نہیں ہے۔

محبت کی اقسام:

اب ہم دیکھیں گے محبت کی کتنی قسمیں ہیں، کس سے کریں؟ کتنی کریں؟ کہاں بے انتہا اور کہاں محدود کریں؟ اور کس سے محبت نہ کریں۔ علماء کا کہنا یہ ہے کہ محبت کی چار اقسام ہیں:

☆ واجب محبت ☆ مباح محبت ☆ مکروہ محبت ☆ حرام محبت

واجب محبت:

کچھ محبتیں ایسی ہیں جو ہم پر واجب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرۃ: ۱۶۵)

''ایمان والے تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں شدید تر ہوتے ہیں۔''

لٰہذا اللہ سے شدید محبت ہونی چاہیے۔ پیار کسی سے بھی ہوسکتا ہے اور اپنائیت کسی سے

بھی ہوسکتی ہے اور کوئی بھی دل ونظر کو بھا سکتا ہے لیکن محبت اور وفاداریاں صرف اللہ سے وابستہ ہونی چاہییں۔ یا چلیں محبت بھی کسی سے ہوسکتی ہے لیکن ''عشق'' (adoration) صرف اور صرف اللہ کے لیے ہونا چاہیے۔ انسان کو اللہ کا عاشق اور دیوانہ ہونا چاہیے۔ اللہ ہی کا نام، اللہ ہی کا کلام، اللہ ہی کا ذکر، اللہ ہی کے کام انسان کی زندگی کا مقصد اور دل کی ٹھنڈک بن جائیں۔ اللہ کی رضا زندگی کا حاصل بن جائے۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ))[1]

''بندوں کے اعمال میں افضل ترین وہ محبت ہے جو اللہ کے لیے ہو۔ اور وہ بغض وعداوت ہے جو اللہ کے لیے ہو۔''

سو اللہ کو پہلے دِل کی مسند پر بٹھا دیں! اللہ بادشاہ ہے۔ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرنی ہے۔ اور جو لوگ اللہ سے محبت نہیں کر پاتے، وہ سراسر اپنی غفلت کی وجہ سے نہیں کر پاتے۔ اور قرآن کیا ہے؟ ذِکر، یاد دہانی ہے، قرآن آپ کو طریقے بتا دیتا ہے کہ تم کون سے طریقے اختیار کرو گے تو تمھیں اللہ سے محبت ہو جائے گی۔ جو اللہ سے محبت کرنا چاہتا ہے وہ اللہ کا کلام پڑھ لے تو پھر اس کو اپنے محبوب کی نشانیاں اَنفُس و آفاق میں نظر آنے لگیں گی۔

اللہ سے محبت میں اپنا ہی سکون واطمینان ہے:

جب ہم اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں تو کیا اس کا کوئی فائدہ اللہ کو ہوتا ہے؟ اللہ تو ہماری محبتوں اور عبادتوں سے بے نیاز ہے۔ جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اپنی زندگی خوشیوں، سکون اور اطمینان سے بھر لیتا ہے، اُس کو فطری و روحانی آسودگی حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ خود خوش رہتا ہے۔ تو اللہ سے ہمیں محبت کرنی چاہیے۔

انسانوں سے محبت بھی اللہ کی خاطر ہو:

انسانوں سے بھی اللہ کی خاطر محبت کرنی چاہیے۔ اپنی ساری محبتوں کو انسان اللہ کی

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب السنة، بَاب مُجَانَبَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَبُغْضِهِمْ

محبت کے تابع کر دے، اللہ کی محبت سے منسلک کر دے، اُس کی ایک محبت کا اظہار اُس کی مخلوق سے محبت کی صورت میں ہو۔ پھر آپ دیکھیں گے دنیا کی جتنی مباح محبتیں ہیں وہ کبھی آپ کے لیے رنج والم، دکھ اور تکلیف کا سبب نہیں بن سکیں گی۔ پھر دنیا کی یہ مباح محبتیں مجبوری، محتاجی اور کمزوری نہیں بنتیں۔ ہم پھر اِن محبتوں کے محتاج نہیں رہتے بلکہ پھر یہ ساری محبتیں، انسان کی قوت بن جاتی ہیں۔ جنت حاصل کرنے میں معاون بن جاتی ہیں۔ یہ محبتیں کبھی بھی اللہ اور بندے کے درمیان حائل نہیں ہوتیں، رکاوٹ (barrier) نہیں بنتیں، بلکہ یہ محبتیں اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ لیکن یہ اُس وقت ہوتا ہے جب اِن سب چیزوں کو اللہ کی محبت کا تابع رکھا جائے۔

اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے کی فضیلت:

مسند احمد میں حدیث پاک ہے ابوعمامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''جس بندے نے بھی اللہ کے لیے کسی بندے سے محبت کی اس نے اپنے رب ہی کی عظمت اور توقیر کی''

ہر محبت کو اللہ کی محبت کے تابع کرنے سے یہ محبتیں بھی عبادت بن جائیں گی۔ اجر وثواب کا باعث بن جائیں گی۔ ایک اور حدیث جس کے راوی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں اُس میں فرمایا: ((سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ))[1]

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری محبت واجب ہے اُن لوگوں کے لیے جو باہم میری وجہ سے محبت کریں اور میری وجہ اور میرے تعلق سے کہیں جُڑ کر بیٹھیں اور میری وجہ سے باہم ملاقات کریں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں''۔

جو شخص اپنی محبتوں میں اس عنصر کو شامل کرے گا، اُس کے لیے اللہ کی محبت واجب ہو جائے گی، تو تمام محبتوں کو اللہ کی محبت کے تابع کر دیں۔ اللہ کی خاطر، دوسروں سے محبت کریں،

(۱) موطأ امام مالک، کتاب الجامع، باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ

تو اس کا اتنا بڑا اجر ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''ایک شخص اپنے ایک بھائی سے جو ایک دوسری بستی میں رہتا تھا ملاقات کے لیے چلا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی گزرگاہ پر ایک فرشتے کو بٹھا دیا۔ جب وہ اُس مقام سے گزرا تو فرشتے نے اُس سے پوچھا تمہارا کہاں کا ارادہ ہے۔ اُس نے کہا میں اِس بستی میں رہنے والے اپنے ایک بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے دریافت کیا، کیا اُس پر تمہارا کوئی حق احسان ہے یا کوئی عہد ہے جس کو پختہ کرنے جا رہے ہو۔ اُس بندے نے کہا نہیں! میرے جانے کا سبب اِس کے سوا کچھ نہیں کہ اُس بھائی سے اللہ کے لیے محبت ہے۔ پھر فرشتے نے اُس شخص سے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس یہ بتانے کے لیے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے جیسے تم اللہ کے لیے اُس بندے سے محبت کرتے ہو۔''

اللہ کی محبت میں دوسروں کا خیال کرنا کہ وہ اُس اللہ کے بندے ہیں جس سے ہمیں محبت ہے۔ یہ خیال اور احساس ہمیں دوسروں سے توقعات رکھنے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ آپ کیوں کسی سے تعلق قائم کرتے ہیں؟ آپ کیوں کسی سے محبت کرتے ہیں؟ اللہ کی خاطر نا! تو جب اللہ کی خاطر ہم کسی سے محبت کرتے ہیں پھر ہمیں توقعات بھی اللہ ہی سے لگانی چاہییں کہ اللہ ہی اس کا صلہ اور اجر دے گا۔ ورنہ ہم لوگوں سے لوگوں کی خاطر محبت کریں گے تو عام طور پر محبت سے بندھی ہوئی توقعات پوری نہ ہو سکیں گی اور جی میں گلے شکوے پیدا ہوں گے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ محض خدا کے لیے خلقِ خدا سے محبت کرے۔

ایک اور حدیث آتی ہے ابو داؤد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ لَأُنَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللَّهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللَّهِ

إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ عَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ﴿ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾))(۱)

''اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جو نبی یا شہید تو نہیں ہیں لیکن قیامت کے دن بہت سے انبیاء اور شہدا، اُن کے خاص مقام قُرب کی وجہ سے اُن پر رشک کریں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتلا دیجیے وہ کون بندے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایسے بندے ہیں جنھوں نے بغیر کسی رشتے اور قرابت، یا مالی لین دین کے، محض اللہ کے لیے باہم محبت کی۔ پس قسم ہے اللہ کی! قیامت کے دِن اُن کے چہرے نورانی ہوں گے، بلکہ سراپا نور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے اور عام انسانوں کو جس وقت خوف و ہراس ہوگا اُس وقت وہ بے خوف اور مطمئن ہوں گے۔ اور جس وقت عام انسان مبتلائے غم ہوں گے، وہ اُس وقت بے غم ہوں گے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

''معلوم ہونا چاہیے، جو اللہ کے دوست اور اُس سے خاص تعلق رکھنے والے ہیں، اُن کو خوف اور غم نہ ہوگا۔''

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي))(۲)

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا، کہاں ہیں میرے جلال کی خاطر محبت کرنے والے، آج میں اُن کو اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دوں گا، جب کہ آج میرے (عرش کے) سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں۔''

دل میں اللہ کی محبت پیدا کرنے کے لیے مشق کی ضرورت ہے:

اللہ کی محبت اپنے دلوں میں کیسے پیدا کی جائے؟ اس بارے میں علماء کہتے ہیں اِس

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الرھن
(۲) مسلم، کتاالبر والصلة والآداب، باب فی فضل الحب فی اللہ

کے لیے مشق کرنی پڑتی ہے۔اتنی قیمتی اور اعلیٰ چیز بیٹھے بٹھائے حاصل نہیں ہوتی۔کتاب ''اصلاحی خطابات''، جلد نمبر ۹ میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''اب اگر دنیاوی محبتیں بھی اللہ کے لیے ہو جائیں، تو یہ درجہ حاصل کرنے کے لیے انسان کو مشق کرنی ہوتی ہے۔''

بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کے پاس جب کوئی شخص اپنی اصلاح کی غرض سے جاتا ہے تو یہ حضرات اس طرح تربیت کرتے ہیں یہ ساری مباح محبتیں باقی رہیں، اسلام محبتوں کو مٹانے کے لیے نہیں آیا! اللہ سے شدید محبت کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ باقی کسی سے محبت ہی نہ رہے، بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ تمام دنیاوی محبتوں کا زاویہ (angle) بدل جائے۔نکتۂ نظر تبدیل (change) ہو جائے، اور یہ تمام محبتیں حقیقتاً اللہ کے لیے ہو جائیں۔

ڈاکٹر عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں نے اِن محبتوں کو بدلنے کے لیے سالہا سال تک مشق کی ہے، تب کہیں جا کر کامیابی ہوئی۔اور مشق اس طرح کی، مثلاً گھر میں داخل ہوئے، کھانے کا وقت ہے، شدید بھوک لگی ہوئی ہے، کھانا سامنے لگا ہوا ہے، اور دِل چاہ رہا ہے کہ جلدی سے کھانا شروع کر دیں لیکن شروع کرنے سے پہلے ایک لمحے کے لیے نفس کو روکا اور دِل میں خیال لایا کہ نفس کے تقاضے کے لیے نہیں کھاؤں گا، ہاتھ روک لیا اور پھر سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نفس کا مجھ پر حق رکھا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کھانا آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شکر ادا کرتے ہوئے اپنی احتیاج کے مطابق کھا لیا کرتے۔ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس سنت کی اتباع کرنی چاہیے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھانا کھاتا ہوں۔پھر کھانا شروع کیا تو اللہ کی خاطر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر کھایا۔

دیکھیے اپنے نفس کی تربیت کے لیے مجاہدہ چاہیے۔ابھی تو حال یہ ہے کہ کھانا کھانے بیٹھتے ہیں تو ہمیں بسم اللہ کہنا بھی یاد نہیں رہتا۔جو اللہ نے خاص مہربانی سے مجھے عطا رزق کیا ہے۔

کتنے ہی لوگ اس نعمت سے محروم ہوں گے، اُن کے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ ہوگا۔ اس لیے اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے اُس کے نام سے کھانا شروع کریں۔

دنیا میں انسان کسی سے بھی محبت کرے تو ضروری تو نہیں کہ اس کا جواب محبت ہی کی صورت میں ملے۔ یک طرفہ محبت (One sided love) بہت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ لیکن یقین رکھیں کہ جو اللہ سے محبت کرتا ہے اللہ اس محبت کے بدلے ہزار گنا بڑھ کر محبت کرتا ہے۔ اور یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ (النساء:۸۷)

آپ یہ محبت نہ تول سکتے ہیں نہ ناپ سکتے ہیں اور انتہا یہ کہ اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ سے ہم جتنی چاہیں محبت کرلیں کبھی مضر نہیں ہوگی، کبھی گھاٹا یا نقصان نہیں ہوگا۔ فائدہ ہی فائدہ ہے۔ وارے نیارے ہوجائیں گے۔ اس لیے کثرت سے دعا کرنی چاہیے۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ)) [۱]

''اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے تیری محبت کا، اور اِس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرے۔ اور اُس عمل کا جو مجھ کو تیری محبت تک پہنچا دے۔''

رسول ﷺ سے محبت:

(دوسری واجب محبت اللہ کے رسول نبی اکرم ﷺ کی محبت ہے۔ اللہ کے بارے میں بھی محبت کا خیال کم ہی لوگوں کو آتا ہے۔ ہم جذباتی تعلق نہیں رکھتے اللہ سے۔ بڑا official، بڑا formal، بڑا distant، بڑا ٹھنڈا ٹھنڈا سا تعلق ہے ہمارا اپنے رب سے۔ جو ہمیں ستر ماؤں سے بھی زیادہ چاہتا ہے۔ ہماری محبت میں حرارت نہیں ہے، اللہ سے تعلق میں جذبات کی گرمی ہونی چاہیے۔ بے ساختہ پن ہو۔ اللہ کا نام سن کر دل میں ہلچل ہونی چاہیے۔ نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کا نام سن کر دل میں کچھ کیفیت ہونی چاہیے۔ آنکھوں میں نمی کا احساس ہو۔ دل ہمارا untouched، لاتعلق نہ رہے۔ اپنائیت اور قربت کا احساس ہو۔ جب تک جذبات شامل نہیں

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید

ہوں گے، ایمان نہیں آ سکتا۔ خوشی ہو اللہ کا ذکر سن کر۔ رونا آئے اللہ کا ذکر سن کر۔ محبت اُبلی پڑ رہی ہو۔ اور انسان کو جتنی زیادہ محبت ہوتی ہے کسی سے، اُس کا اتنا ہی زیادہ ذکر کرنا اور سننا چاہتا ہے نبی اکرم حضرت محمد ﷺ سے بھی اتنی ہی اور ایسی ہی محبت ہونی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران: ۳۱)

''اے نبی ﷺ! اِن سے کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا''۔

نبی اکرم ﷺ سے ہماری محبت کسِ نوعیت کی ہونی چاہیے؟ اس بات کا پتا تب ہی چلے گا جب ہم اُن کو جانیں گے، اُن کی سیرت پڑھیں گے، اُن تمام حالات و واقعات سے واقف ہوں گے جو انہیں پیش آئے، اُن کی پیدائش سے لے کر اُن کی وفات تک تمام حالات سے باخبر ہوں گے۔ تبھی تو نبی اکرم ﷺ سے محبت کے تقاضے سمجھ آئیں گے۔ جب نبی اکرم ﷺ سے محبت واجب ہے تو آپ کو جاننا بھی واجب ٹھہراتا کہ آپ ﷺ کی ذات سے کامل محبت اور ایک قدرتی تعلق پیدا ہو۔ کسی بھی انسان سے محبت اس کی معرفت کا نتیجہ ہوتی ہے، کسی کے جمال کی وجہ سے ، کمال کی وجہ سے یا جلال کی وجہ سے ہمیں اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ جہاں تک اللہ کا تعلق ہے تو ہر صفت کا کامل اظہار اللہ کی ذات میں موجود ہے۔ اگر ان صفات کا ادنیٰ سا پرتو بھی کسی میں نظر آجائے تو لوگ اس شخص کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ ذرا سوچیں حضرت یوسف علیہ السلام اتنے حسین تھے تو اُن کا بنانے والا کتنا خوب صورت ہوگا۔ اس طرح اللہ کے دیدار کی تمنا پیدا ہوتی ہے اور انسان دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے اپنا دیدار نصیب فرما۔ ہم جنت میں تیرے دیدار سے محروم نہ رہ جائیں۔ یہ تڑپ محبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر نبی اکرم ﷺ سے محبت بھی ٹوٹ کر ہونی چاہیے، کیوں کہ خالق کو بھی اپنی تمام تر مخلوقات میں سب سے زیادہ محبت اپنے رسول ﷺ سے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ میں اُس کو اُس کے والدین سے، اُس کی اولاد سے اور تمام کے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔

یہ آپ ﷺ سے محبت کا معیار ہے۔ اس حدیث کے ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد سن کر فرمایا کہ: ''آپ ﷺ مجھے دنیا کے تمام رشتوں سے زیادہ پیارے ہیں۔ جس پر آپ ﷺ نے سوال کیا کہ کیا اپنی جان سے بھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''نہیں''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جھوٹ تو نہیں بول سکتے تھے۔ انھوں نے کھل ے دل سے سچائی کا اعتراف کیا۔ ہمارے اسلاف زبانی کلامی (lip service) لوگ نہیں تھے، وہ جو بولتے پوری ذمہ داری کے ساتھ سوچ سمجھ کر بولتے۔'' تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ! تمہارا ایمان ابھی مکمل نہیں۔'' تھوڑی دیر سوچنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔''

ایسی محبت ہمیں اپنے ربّ سے اور اُس کے رسول ﷺ سے ہونی چاہیے۔ حدیث میں آتا ہے۔

((الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ))[1]

''ہر شخص اُس کے ساتھ ہوگا، جس سے اُس نے محبت کی ہوگی۔''

ہوسکتا ہے ہمارے اعمال اس لائق نہ ہوں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آخرت میں رہیں، لیکن اُن سے محبت ہمیں وہاں پہنچا دے گی۔ نبی اکرم ﷺ جب تک ہمارے لیے اجنبی رہیں گے، ان سے محبت کا بیج نہیں لگ سکے گا۔ اجنبیوں سے محبت تو نہیں ہوا کرتی۔ محبت کے لیے جاننا ضروری ہے، تبھی اپنائیت پیدا ہوتی ہے اور پھر قربت بڑھتی ہے، پھر کہیں محبت پیدا ہوتی ہے۔ ذرا سوچیں نہ کبھی آپ ﷺ کی زندگی کے حالات پڑھے، نہ آپ کے دن ورات کے معمولات کو جانا، نہ آپ ﷺ کی سیرت اور احادیث کا مطالعہ کیا تو پھر کیسے آپ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ صرف زبانی کلامی دعویٰ مناسب نہیں۔ خلاصہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت جنت پانے کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح اللہ سے محبت کی ایک بہت بڑی مثال دیکھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ

سے دعا کی تھی کہ:

رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّایَدْ عُوْنَنِیْ اِلَیْهِ، (یوسف: ۳۳)

''اے میرے ربّ! مجھ کو تو قید زیادہ پسند ہے بہ نسبت اُس چیز کے جس کی طرف یہ مجھ کو دعوت دیتی ہیں۔''

یعنی انسان کو اذیت اور سزا قبول ہو جائے لیکن اللہ کی نافرمانی ہرگز قبول نہ ہو۔ کیا یہ محبت کا کوئی معمولی درجہ ہے؟ دراصل انسان کو اللہ سے ایسی ہی محبت ہونی چاہیے کہ ہجومِ بلا اُسے مایوس نہ کر سکے۔

قرآن سے محبت:

پھر واجب محبتوں میں سے ''قرآن کی محبت'' سے بھی دلوں کو آباد کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اللہ کا کلام ہے۔ جب اللہ تعالیٰ محبوب ہے تو اُس کا کلام بھی محبوب ہونا چاہیے۔ بڑے شوق اور نہایت دل چسپی سے اسے پڑھنا چاہیے۔

کعبہ سے محبت:

کعبہ سے محبت بھی ایمان کا تقاضا ہے۔ ذرا سوچیں لوگ کیسے دیوانہ وار کعبہ کے گرد چکر لگاتے ہیں، والہانہ طواف کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے دل میں کتنی خواہش وتمنا ہوتی ہے زندگی میں کم از کم ایک بار اللہ کے گھر کا دیدار ہو جائے۔ یہ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ یہ شوق مسلمانوں میں زندہ ہے، برقرار ہے۔ ہر عمر، ہر ملک، ہر زبان اور رنگ ونسل کے مسلمان ہر سال بغیر کسی جبر کے حج پر آتے ہیں۔ اللہ کے گھر کا طواف کرتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مبارک کا دیدار کرتے ہیں۔

نیک لوگوں سے محبت:

نیک لوگوں سے بھی محبت ہونی چاہیے، اُن کے ساتھ، اُن کی صحبت میں رہنے کی خواہش اور محبت ہونی چاہیے۔ اس کی دعائیں تو پیغمبروں نے بھی کی ہیں۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا قرآن حکیم میں بیان ہوئی:

﴿وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾ (یوسف: ۱۰۱)

''اے اللہ مجھ کو صالحین کے ساتھ ملا دے۔''

اسی لیے نیک لوگوں کی زندگی کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے تا کہ سلف صالحین کی صحبت کی صورت پیدا ہو جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت:

ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا روایات میں ذکر پڑھتے ہیں تو دل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ سورۃ الاحزاب میں ازواج مطہرات کا ذکر پڑھتے ہیں اور خاص طور پر واقعۂ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا صبر پڑھ کر دل چاہتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چشم تصور سے دیکھا جائے کہ آپ کیسی ہوں گی، اُن کی شخصیت کتنی خوب صورت تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی محبوب تھیں۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں انسان سوچتا ہے تو اُن کے حالات کے مطابق ایک نقشہ کھنچتا چلا جاتا ہے۔ خوب صورت اور معصوم چہرۂ مبارک، چکّی پیستی ہوئی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ گود میں، باپ سے شدید محبت کرنے والی بیٹی۔ نہ ہم نے ان کو دیکھا، نہ اُن سے ملے۔ پھر بھی ہمارے دلوں میں اُن کی کشش موجود ہے۔ یہ بھی مبارک محبت ہے۔ اللہ اِس کو قائم رکھے اور مزید بڑھائے۔

دین کے مددگاروں سے محبت:

ہمیں دین کے مددگاروں سے بھی محبت ہونی چاہیے۔ اُن کی چھوٹی موٹی کمزوریوں کو درگزر کریں، اُن کی باتوں کا بُرا نہ مانیں، اُن کے عیب نہ ٹٹولیں، اُن کی عزت واحترام کریں، اُن کی مدد کریں اور اُس مقصد سے بھی محبت کریں۔ اگر اللہ سے محبت ہوگی تو پھر اُس کے لیے جینے والے ہر شخص سے محبت ہوگی، اس کے راستے کے ہر مسافر کی دل میں قدر ہوگی۔

اللہ سے سچی محبت کی نشانی:

اللہ کی محبت کی علامت اور نشانی کیا ہے؟ اُس کی علامت یہ ہے کہ اگر کسی وقت اللہ کی محبت کا یہ تقاضا ہو کہ میں دنیاوی محبتوں کو خیر باد کہہ دوں، جن چیزوں سے مجھے محبت ہے میں اُن میں سے کسی بھی محبت کو چھوڑ دوں۔ تو میں فوراً اُس کو چھوڑ دوں۔ اُس وقت انسان کی طبیعت پر نا قابل برداشت بوجھ نہ ہو۔ ظاہر ہے جس چیز سے محبت ہوتی ہے اُس کو چھوڑنا تو مشکل ہوتا ہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتنی ہی محبتیں اللہ کی راہ میں قربان کیں۔ اگر یہ انسان کا رویہ اللہ کے حکم پر فوراً عمل، فرماں برداری، سرِتسلیم خم کرنے کا ہو جائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ تمام محبتیں اللہ کی محبت کے تابع ہیں۔ اُس کی کمزوری نہیں رہیں، مجبوری نہیں رہیں، اللہ کے احکام ماننے میں رکاوٹ نہیں رہیں۔ انسان اور اللہ کے درمیان یہ رکاوٹ (barrier) نہیں بنیں بلکہ قربت کا ذریعہ بنی ہیں۔ یہ نہ ہو کہ ان محبتوں کے دام میں گرفتار ہو کر اللہ کو بھول جائیں یا پسِ پشت ڈال دیں۔

مباح محبتیں:

مباح محبتیں (permissible affections) کون سی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران میں فرمایا:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ ﴾ (۱۴)

''مزین کردی گئی ہے لوگوں کے لیے، خواہشات کی محبت (یعنی انسان فطری طور پر محبت کرتے ہیں) بیویوں سے، بیٹوں سے (مراد ہے بچوں سے) اور ڈھیروں ڈھیر مال سے، سونے چاندی کے خزانوں سے اور نشان زدہ گھوڑوں سے۔''

یہ عام مشاہدہ ہے کہ انسان کو اہل وعیال اچھے لگتے ہیں، مال مویشی دل کو لبھاتے ہیں، جائیداد اطمینان کا باعث بنتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ سب محبتیں دل کے اندر پیوست کردی

ہیں۔فرمایا:

﴿هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ﴾(مومن: ۳۹)

''یہ سب کچھ تو دنیا کی زندگی کا سامان ہے''

تو ان چیزوں سے محبت کرنے کو منع نہیں کیا گیا۔ یہ محبتیں حرام کے زمرے (category) میں نہیں آتیں، یہ مباح ہیں۔ان سے محبت کرنے کی اجازت ہے۔اسی طرح دنیا کو بُرا بھلا نہیں کہنا چاہیے کیوں کہ یہ دنیا اللہ نے بنائی ہے۔

مباح محبتوں کی اہمیت:

دیکھا جائے تو ان مباح محبتوں کی وجہ ہی سے دنیا کی رونق چل رہی ہے، ورنہ اگر دولت میں کشش نہ ہوتی، اولاد کی خواہش دل میں نہ ہوتی اور شادی بیاہ کا ارمان اورضرورت نہ ہوتی تو کوئی کیوں محبت کرتا، مشقتیں جھیلتا، دوڑ دھوپ کرتا۔ یہ ساری رونقیں (hustle bustle) انہی کی وجہ سے ہیں۔دوسرے انہی نعمتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کی پہچان بھی کرائی ہے۔قرآن میں جب جنت کا ذکر آتا ہے تو وہاں کے محلات کا، پاکیزہ جوڑوں کا، زیورات کا اور خوب صورت لباس کا بھی ذکر آتا ہے۔جنت کی ان نعمتوں کی پہچان کی غرض سے ان کی جھلک دنیا ہی میں دکھادی گئی۔تاکہ جنت کو متصور کر کے زندگی کا مقصد اسی کے حصول کو بنائیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے ان مباح محبتوں کو نبھانے پر جنت کا وعدہ کیا ہے۔ یعنی اگر ہم والدین کے حقوق احسن طریقے سے ادا کریں تو جنت کے حق دار بن جائیں گے۔اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں اور قرابت داروں کے حقوق رکھے ہیں۔ایک انسان ان کے حقوق ادا کر کے جنت تک پہنچ سکتا ہے۔اور سب سے بڑا حق تو یہ ہے کہ یہ تمام مباح چیزیں جو ہیں، اُن کو اللہ سے جوڑ دیا جائے۔اللہ سے ان کا (connection) کر دیا جائے۔پھر یہ تمام ''مباح محبتیں'' واجب محبتوں تک پہنچنے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ایک سیڑھی اور ایک ذریعہ

بن جاتی ہیں، اللہ کی محبت کو حاصل کرنے کا۔ یہ ساری محبتیں ایک طرح سے آخرت میں، جنت کو پانے کی (currency) ہیں۔ یہ تمام حق ادا کرو، جنت پالو گے۔ اور یہی محبتیں امتحان بھی ہیں۔ کہیں ان کے اندر ہم الجھ کر نہ رہ جائیں۔ اگر دولت کی محبت دل میں نہ ہوتی زکوٰۃ دینے کا کیا اجر ہوتا۔ اگر کھانے پینے کی محبت دل میں نہ ہوتی، تو روزہ رکھنے کا کیا اجر ہوتا۔ اللہ کا فرمان ہے

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (آل عمران: ۹۲)

''تم ہرگز نہیں پہنچ سکتے نیکی تک، جب تک تم اُن چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔''

یہ نعمتیں اور ان سے محبت فطری طور پر ہمارا امتحان بھی ہے۔ انہی نعمتوں کے ذریعے سے ہم آزمائے بھی جائیں گے اور اجر کے مستحق ہوں گے اگر ہم ان پسندیدہ چیزوں کو فطری محبت کے باوجود، اللہ کی راہ میں، اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔ ان کے اندر الجھ کر نہ رہ جائیں۔ ان کو زندگی کا مقصد نہ بنالیں دینے والے کو بھول جائیں اور اُس کی دی ہوئی نعمتوں ہی کی پرستش کرنے لگیں۔

مباح محبتوں کی حدود:

اللہ تعالیٰ نے یہ تمام زینتیں دنیا میں رکھی ہیں تاکہ ہمیں آزمائے ہم جنت کے خریدار بنتے ہیں یا اسی دنیا میں گم ہوجاتے ہیں جو بالآخر ختم ہوجانے والی ہے۔ اسلام میں ''انسان دوستی'' تو یقیناً بہت پسندیدہ ہے لیکن ''انسان پرستی'' کی بالکل گنجائش نہیں ہے کہ انسانوں سے اتنی محبت ہوجائے کہ حب اللہ کے تقاضے نظر انداز ہونے لگیں۔ یہ مباح محبتیں اُس وقت تک جائز ہیں جب تک یہ واجب محبتوں کے تابع رہیں، اپنی حدود (limits) کے اندر اندر رہیں۔ اگر ان مباح محبتوں کا مقام ہماری زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ، اور اللہ کی کتاب سے سب سے بڑھ جاتا ہے تو یہ حد سے بڑھ جانا ان جائز محبتوں کو بھی ناجائز بنادیتا ہے۔ کیوں کہ ایک مباح چیز کا حد سے بڑھ جانا اس کو پسندیدہ کی بجائے مکروہ بنادیتا ہے۔

اللہ تعالٰی نے سورۃ التوبہ آیت نمبر۲۴ میں فرمایا ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴾

''اے نبی ﷺ ان سے کہہ دیجیے اگر تمہیں تمہارے باپ دادا اور تمہاری اولاد، اور تمہارے بہن بھائی، اور تمہارے جوڑے (میاں بیوی) اور تمہارا کنبہ، اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور وہ تجارت تمہاری جس کے نقصان کا تم کو اندیشہ لگا رہتا ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں بہت اچھے لگتے ہیں۔ اگر یہ چیزیں تمھیں زیادہ محبوب ہیں اللہ سے اور اُس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تو پھر انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے اور اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت میں ان لوگوں کو فاسق کہا گیا جو مباح محبتوں کے دام ہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ یہی ہماری سب سے بڑی آزمائش ہے۔ اس آیت میں ایک ترازو ہے جس کے ایک پلڑے میں ان آٹھ محبتوں کو ڈالیں اور دوسرے پلڑے میں اللہ، اللہ کے رسول ﷺ اور جہاد کی محبت ڈالیں اور خود دیکھ لیں کون سا پلڑا بھاری ہے۔ خود ہی اندازہ ہو جائے گا ہم آخرت میں کہاں کھڑے ہوں گے اور کس سلوک کے مستحق ہوں گے۔ یہ تو پھر بھی آٹھ (۸) محبتوں کا بیان ہے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ایک ہی محبت میں پھنس کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بھول جاتے ہیں، ایک ہی نعمت کو پا کر غافل ہو جاتے ہیں اور دیوانہ وار اُس کو پوجنے لگتے ہیں۔

ان محبتوں پر قابو (control) پانے کی ضرورت ہے۔ اور یہی بہت بڑا جہاد ہے کہ ہم مباح محبت کو ناجائز ہونے سے بچالیں۔ اچھی خاصی جائز چیز سے محروم نہ ہو جائیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص خوب محنت مشقت کر کے حلال روزی کماتا ہے لیکن اگر وہ اس حلال کمائی کو کسی

ناجائز چیز پر خرچ کر دے تو اُس نے اپنا کتنا نقصان کیا۔حلال چیز کے غلط استعمال نے ایک اچھی چیز کو برا بنا دیا۔حلال چیزیں اچھی ہیں، ہماری زندگی کی رونقیں ہیں ۔یہ ساری محبتیں، والدین کی، اولاد کی، رشتہ داروں کی، مال کی، گھر کی متاع دنیا ہے۔لیکن ان میں حد سے زیادہ ملوث ہو جانا اور ان محبتوں کی خاطر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کو قربان کر دینا سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔انسانوں کا اپنی محبتوں کو جائز حد کے اندر رکھنا بہت بڑا اجہاد ہے، اس کے لیے سالہا سال کی محنت چاہیے۔اس کو منضبط کرنے کا طریقہ وہی ہے جو ڈاکٹر عبدالحی ؒ نے بتایا ہے کہ بندہ جو بھی کام کرے وہ شعوری طور پر سوچ کر کرے کہ میں یہ کام اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہوں یا کر رہی ہوں اور یہ ایک طویل جہاد ہے جس کے لیے طویل مدت چاہیے۔جب انسان ان مباح محبتوں کو اللہ کی محبت کا تابع کر دیتا ہے تب یہ محبتیں اُس کی طاقت بن جاتی ہیں، کمزوری نہیں بنتیں، اُس کے پاؤں کی بیڑیاں نہیں بنتیں، اُس کو مزید جلا (empower) بخشتی ہیں۔ جو اللہ کی خاطر ان چیزوں سے محبت کرتا ہے وہ ہمیشہ دینے والا ہوتا ہے، لینے والا نہیں ہوتا۔وہ لوگوں سے توقعات نہیں رکھتا، اُس کی شخصیت بہت مضبوط رہتی ہے۔ایسے شخص کو دنیا کی مباح محبتیں کبھی دکھ نہیں پہنچائیں گی، اذیت کا سبب نہیں بنیں گی، کبھی رنج نہیں پہنچائیں گی۔اُس کی زندگی کو خوش نما (positive out look) بنائیں گی۔اُس کی زندگی میں سکون اور خوشیاں پھیلائیں گی۔

اللہ سے دنیوی خوشیوں کے لیے محبت رکھنا:

اگر کوئی اللہ سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ اُس کی دنیا کی خوشیاں برقرار رہیں، مثلاً نماز اس لیے پڑھتا ہے کہ صحت اچھی رہے، زکوٰۃ اس لیے دیتا ہے کہ مال چوری نہ ہو۔یعنی ہر نیکی اور عبادت کے پیچھے نیت یہ ہو کہ دنیاوی خوشیاں قائم و دائم رہیں، جاری و ساری رہیں اور جن دنیاوی نعمتوں سے مجھے محبت ہے ان پر آنچ نہ آئے۔اللہ سے محض اس لیے دُعا، سوال اور آہ وزاری کہ دنیاوی نعمتیں قائم رہیں، ان کو کچھ نہ ہونے پائے۔ایسے لوگ ہمیشہ اداس (upset) رہتے ہیں۔کوئی نقصان ہو جائے، خسارہ ہو جائے اللہ سے بدگمان ہوتے ہیں اور لوگوں کی طرف سے بھی

مخدوش(insecure) رہتے ہیں۔

اصل حق اللہ اور اس کے دین کا ہے:

اس معاملے میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے نفس کا ہم پر حق ہے یہ مضمون تو ہمیں حدیث پاک میں ملتا ہے:

((فَاِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَیْنِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقًّا))[1]

''تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا بھی تیرے اوپر حق ہے، تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے''۔

لیکن یہ نہ ہو کہ یہ سب حقوق ادا کرتے کرتے اللہ کا حق ادا کرنے کا وقت ہی نہ بچے۔ مال کے لیے روئیں، اولاد کے لیے روئیں، کاروبار وغیرہ کی فکر میں گھلتے رہیں اور کبھی دین کا خیال ہی نہ آئے کہ دین کا بھی ہم پر حق ہے۔ دین کے لیے بھی فکر منداور پریشان ہونا چاہیے۔ ہمارے مال اور وقت میں، ہماری توجہ اور محبت میں ہمارے دین کا بھی حصہ ہے۔ ہر ایک کی یاد میں رونا آئے اور اللہ کی یاد میں کبھی آنکھ پرنم نہ ہو، یہ نہیں ہونا چاہیے۔

حرام محبت:

چوتھی قسم حرام محبت کی ہے، یعنی ایسی محبت جو گناہ کا باعث بنے یا بذات خود گناہ ہی سے محبت ہو جائے۔ یعنی جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دے دیا اُن چیزوں سے محبت، جن چیزوں سے اللہ کے رسول ﷺ نے روکا ہے اُن کی طرف رغبت، یا اُن میں ملوث ہو جانا، یہ بڑا فتنہ ہے۔ ناجائز چیزوں میں کشش محسوس کرنا بھی فتنہ وفساد ہے۔ قرآن کریم میں ال عمران میں آتا ہے کہ:

''وہ پسند کرتے ہیں اُن کی تعریف کی جائے، ایسے کاموں پر جو اُنھوں نے نہیں کیے''

یہ اپنی تعریف کی خواہش ہے، اپنی شہرت کی تمنا اور اپنی مدح (flattery) سننے کا شوق، قصیدوں کا شوق، دل چاہے کہ لوگ میری تعریف کریں، خوشامد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں

---

(۱) بخاری، کتاب الادب، باب حق الضیف

ان چیزوں سے منع فرمایا ہے اور اس کی قرآن میں بہت مذمّت (condemn) کی گئی ہے، تو جائز چیزوں پر بھی اپنی تعریف پسند یدہ نہیں۔ رسولوں نے ہمیشہ اپنی قوم سے کہا تھا۔

﴿ مَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ﴾ (الفرقان:۵۷)

''میں اس کام کا تم سے کوئی صلہ کوئی اجر نہیں مانگتا۔''

تعریف کی شکل میں بھی رسولوں نے اپنی قوموں سے، اجر نہ مانگا، نہ احسان جتایا۔ وہ اپنے رب سے اجر کے طلب گار ہوتے تھے۔ جائز کاموں پر بھی بہت تعریف چاہنا اور اپنی شہرت کی خواہش دل میں رکھنا انتہائی ناپسند یدہ ہے۔

اسی طرح ایسی چیزوں سے محبت کرنا، جن سے اللہ نے منع کیا، مثال کے طور پر شراب یا زنا یا جُوا۔ یہ سب حرام محبتیں ہیں ان سب سے بچنا چاہیے۔ اپنے آپ کو بھی ان سے دور رکھیں اور اپنے دل کو بھی ان سے بچائیں۔ حرام چیزوں کی محبت دل میں اُس وقت آتی ہے جب اردگرد کے لوگوں میں یہ چیزیں رچی بسی ہوں۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ حرام کاریوں میں ملوث ہونے کے باوجود دنیا میں ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا، بلکہ یہ تو بہت مزے (enjoy) کر رہے ہیں، خوش باش ہیں۔ اور شیطان تو گناہوں کو بہت ہی خوب صورت، اور پُر لطف (enjoyable) دکھاتا ہے تو جب وہ دیکھتا ہے کہ گناہ میں اتنی رنگینی اور مزہ ہے اور کوئی سزا بھی نہیں مل رہی تو پھر اس کے دل میں بھی یہ شیطانی خیال آتا ہے کہ پھر میں کیوں محروم رہوں! اور پھر رفتہ رفتہ وہ ان چیزوں کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

دنیا کی پرکشش چیزیں امتحان کے لیے ہیں:

شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ وہ گناہوں کو، حرام کردہ چیزوں کو اچھا اور خوب صورت کر کے دکھائے۔ اگر یہ گناہ اتنے پرکشش (attractive) نہ ہوتے تو پھر ان سے بچنے کا کیا اجر ہوتا؟ یہ تو پھر امتحان نہ ہوتا۔ یہی تو امتحان ہے کہ چمک دمک کے باوجود ان سے منہ موڑ لیا جائے۔ اسی بات پر اجر وثواب (reward) ہے۔ جو لوگ ان چیزوں کو آرٹ کے ذریعے، اشتہارات

کے ذریعے پُرکشش بنا کر دکھاتے ہیں، یا ان کو مال کمانے کا ذریعہ بناتے ہیں اور لوگوں کو گناہوں کی طرف مائل کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاں رسوا ہوں گے۔ نقد سزا یہ ہے کہ اللہ کی محبت اور رحم سے محروم ہوں گے، یعنی واجب محبت سے محروم ہو جائیں گے، انتہائی قیمتی (valuable) چیز سے تہی دست ہو جائیں گے۔ اور حقیر و گھٹیا محبتوں پر اکتفا کر لیں گے، جس کا نتیجہ بھی خسارہ ہی نکلے گا۔ خلاصہ یہ کہ نہ ان حرام چیزوں کے قریب جانا چاہیے اور نہ ان کا شوق یا خواہش دل میں آنے دیں۔ ہر طرح ان سے دُور رہیں اور درحقیقت یہ انسان کے لیے بڑی آزمائش ہے کہ اُسے ایسے شخص سے محبت ہو جائے، اُس کا گرویدہ ہو جائے جو اللہ سے محبت نہ کرے۔ یہ بہت بڑی آزمائش ہے۔

اللہ سے محبت کرنے والوں ہی سے محبت رکھنی چاہیے:

سب سے اچھی اور مبارک چیز یہ ہے کہ ہم جن سے محبت کریں وہ خود بھی اللہ سے محبت کرتے ہوں۔ تبھی تو یہ دُعا سکھائی گئی ہے کہ:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّی أَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّکَ))(1)

''اے اللہ! مجھے اپنی محبت بھی دیجیے اور اس شخص کی محبت بھی جو آپ سے محبت رکھتا ہے''

اور ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے، ان سے جڑنا چاہیے۔ فرض کریں آپ کے والدین کو اللہ سے محبت نہ ہو تو یہ کتنی بڑی آزمائش ہے۔ آپ کے شوہر کو، اولاد کو، ان رشتوں کو جن سے ہمیں محبت ہوتی ہے مگر وہ اللہ سے محبت نہ کرتے ہوں یا ہمارے دوست احباب جو ہمیں عزیز ہیں، ہمارے دکھ سکھ میں ہمارا ساتھ دیتے ہیں لیکن وہ اللہ سے دور ہوں تو پھر یہ لوگ آپ کے لیے فتنہ و آزمائش بن جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں انسان واجب کو سب سے اوپر رکھے اور باقی محبتیں اگر قربان کرنا پڑیں تو قربان کر دے لیکن اللہ کی محبت نہ چھوڑے۔ ایسے لوگوں کی محبت کبھی بھی دل میں پیدا نہ ہو جو اللہ سے جنگ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾

(1) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید

(سورة المجادلة ۲۲)

''تم نہیں پاؤ گے ایک قوم کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور آخرت پر کہ وہ محبت کرتے ہوں اُن لوگوں سے جو جنگ کر رہے ہوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے۔''

ایمان والے بیک وقت اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے اور ان کے دشمنوں سے کیسے محبت کر سکتے ہیں۔ اُس تہذیب اور اس کلچر سے کیسے محبت ہو سکتی ہے جو اسلام دشمنی پر مبنی ہو۔ جو قومیں اسلام کو حقارت سے دیکھتی ہیں ان سے دلی تعلق کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ نظام جو خدا دشمنی پر کھڑا ہوا ہے ایک مسلمان کے خوابوں کا محور کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ ''اے اللہ ہمیں حرام محبتوں سے بچا لے اور واجب محبت کا حق ادا کرنے والا بنا دے اور ناجائز اور مکروہ محبتوں کے فتنے سے بچا لے۔'' ایسا نہ ہو ہم مباح چیزوں کو ناجائز حد تک لے جائیں اور حلال چیزوں کو اپنے لیے باعثِ فتنہ بنالیں۔ احادیث کی کتابوں میں اتنی خوب صورت دُعائیں آئی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی محبت مانگی گئی ہے۔ ایک دُعا ہے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ وَاجْعَلْ خَشْیَتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِی وَاقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَآئِکَ اِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَهْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاهُمْ فَاقْرِرْ عَیْنِیْ مِنْ عِبَادَتِکَ))[1]

''اے اللہ اپنی محبت کو میرے نزدیک تمام چیزوں کی محبت سے بڑھا دے۔ اے اللہ تو اپنا خوف میرے نزدیک تمام چیزوں کے خوف سے بڑھا دے۔ اے اللہ تو اپنی ملاقات کے شوق میں دنیا کی حاجات مجھ سے کاٹ دے۔ اے اللہ جب تو دنیا والوں کو، ان کی دنیا سے ٹھنڈک اور لذت دے تو میری آنکھوں کی لذت اور ٹھنڈک اپنی بندگی میں رکھ دے!''

((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّهٗ عِنْدَکَ، اَللّٰهُمَّ مَارَزَقْتَنِیْ مِمَّآ اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ اَللّٰهُمَّ مَازَوَیْتَ عَنِّیْ

(۱) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، الفصل السادس جوامع الادعیه

مِمَّآ أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ))[1]

''اے اللہ مجھ کو اپنی محبت عطا کر اور اس شخص کی محبت دے جس کی محبت مجھے تیرے قریب کرنے میں فائدہ دے۔ اے اللہ! جو تو نے مجھے عطا کیا ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں تو اس کو میرے ان کاموں کے لیے قوت کا سبب بنادے، جن سے تو محبت رکھتا ہے۔ اے اللہ! جو تو نے مجھ سے لے لیا ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں، تو اس کو ان کاموں کے لیے فراغت کا باعث بنا جن سے تو محبت کرتا ہے۔''

دیکھیں یہ کتنی عظیم دعائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیں یہی دُعائیں اسی طرح مانگنی چاہییں۔

مختلف محبتوں کی نشان دہی:

ہمیں یہ دیکھنا ہے کون سی محبت واجب ہے، کون سی مباح اور کون سی حرام کے زمرے (category) میں آ رہی ہے۔

دو چیزوں کو تو صرف دیکھنے کا بھی اجر ہے: خانہ کعبہ کو اور والدین کو۔ خانہ کعبہ تو ہمارے گھر میں نہیں ہوتا لیکن والدین تو ہوتے ہیں۔ اُن سے ضرور محبت کریں، والدین کو محبت بھری نظر سے دیکھنا بھی صدقہ ہے۔ حدیث میں مضمون آتا ہے:

''والدین کو محبت کی نگاہ سے، مسکرا کر دیکھنے پر مقبول حج کا ثواب ملتا ہے''۔

کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم والدین کو دن میں سو بار دیکھیں تو کیا سو مقبول حج کا ثواب پائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم عمل کرتے کرتے تھک جاتے ہو، اللہ اجر دیتے دیتے نہیں تھکتا۔''

اس میں احتیاط یہ رکھنی ہے کہ والدین اگر کسی ایسی بات کا حکم دیں جس کا اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے تو اطاعت نہیں کرنی۔ ہاں ان کی عزت و شرف میں کمی نہ آنے پائے لیکن ان کی بات پر عمل کرنا جائز نہیں۔ اگر ہم یہ حدود کھینچ لیں اور ان کا لحاظ کر سکیں تو یہ بڑی بات ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء في عقد التسبيح باليد

ہے کہ ہم مخالفت اور حمایت دونوں میں حد سے گزر جاتے ہیں۔ اپنی زندگی کو مسلسل توازن میں رکھنا آسان بات نہیں ہے، یہ لمحہ لمحہ جہاد ہے۔ ہم کبھی ادھر ڈھلک جاتے ہیں اور کبھی اُدھر بڑھ جاتے ہیں۔

خاندان کے دباؤ میں آ کر رسمِ مہندی میں جانا، ورنہ بڑی بدمزگی ہوگی۔ یعنی خاندان کی محبت مباح سے بڑھ کر ناجائز میں چلی گئی۔ اس محبت نے اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی پر آمادہ کر دیا۔ یا پھر رات گئے تک آپ کے بچوں نے پڑھائی کی تو انھیں فجر کی نماز کے لیے نہیں اُٹھایا۔ یعنی مائیں اپنے بچوں سے اتنی محبت نہ کریں کہ انہیں اللہ کا فرماں بردار بنانے سے ہچکچائیں۔ اولاد سے محبت مباح تھی، مگر ہم اُسے حرام کے درجے تک لے گئے۔ امتحان سروں پر ہیں، روزہ کی حالت میں پڑھنا مشکل ہے، اس لیے بچے روزہ نہ رکھیں، یہ محبت بھی حرام کے درجے میں چلی گئی۔ یعنی اللہ کی نافرمانی کرنا تسلیم کر لیا لیکن اولاد کو تکلیف دینا گوارا نہ ہوا، ان کو بے آرام کرنا ٹھیک نہیں لگا۔ اسی طرح بیٹیاں جب بالغ ہو جائیں تو حجاب فرض ہے لیکن والدین نہیں کرواتے کہ لوگ ہنسیں گے، دوست کیا کہیں گے، اس کی عمر کی اور کوئی لڑکی پردہ نہیں کرتی۔ یا پھر اس ڈر سے کہ رشتے آنے بند ہو جائیں گے اگر ہم نے بیٹیوں کو پردہ کروا دیا۔ یعنی اولاد کی محبت اللہ کی محبت سے، اس کے حکم سے آگے بڑھ گئی۔ سورۂ تحریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ (التحريم:٦)

''اے ایمان والو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اس جہنم پر ایسے فرشتے ہیں جو انتہائی سخت دل و تندخو ہیں۔ وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، وہ تو وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دے دیا جائے''۔

کیا ہم اپنی اولاد کو ایسے سخت گیر فرشتوں کے حوالے کر سکیں گے۔ یہ کیسی محبت ہے کہ

اپنی اولاد کو جہنم کا نوالہ بنادیا، یہ تو محبت کی صحیح تعبیر نہ ہوئی بلکہ الٹا ظلم اور دشمنی کی اپنی اولاد سے۔
مباح محبتوں کا حق اس وقت ادا ہوسکتا ہے، جب اس کو اللہ کی محبت کے تابع رکھا جائے اور جب ان کو اللہ کی محبت سے جوڑ دیا جائے۔ یہ بھی بڑا جہاد ہے جو کرنے کی ضرورت ہے۔

پھر یہ ہے کہ اگر قرآن کا کوئی حکم یا اُس کی حکمت سمجھ نہ آئے یا کسی معاشرتی اقدار، تصورِ عدل سے ٹکراتا ہوا محسوس ہو تو پھر بھی عمل ترک نہ کرے اور یہی گمان رکھے کہ اس میں میری بھلائی ہے۔ یہ واجب محبت ہے۔ قرآن سے ہمیں ایسی ہی محبت ہونی چاہیے۔

ایک عورت کو زیورات بہت پسند ہیں، لیکن وہ زکوٰۃ کے بارے میں بھی بہت محتاط ہے تو اب یہ زیور کی مباح محبت ہے۔ لیکن یہ صورت حال ہو کہ زیور نہ بہت پسند ہوں، مگر زکوٰۃ دینے کی ہمت نہ ہو تو اس طرح ایک مباح محبت حرام ہوگئی۔ زیور عورت کو پسند ہے، اللہ نے خریدنے اور پہننے سے منع نہیں کیا لیکن اتنی محبت نہ ہو جائے کہ زیور خرید خرید کر جمع کرلیں، خوب پہنیں اور ''بطر'' کا شائبہ ہو جائے۔ یا پھر زکوٰۃ ادا نہ کی تو وبال سر پر آگیا۔ خلاصہ یہ کہ اچھی خاصی مباح محبت ہماری غلطیوں کی بنا پر ناجائز اور حرام محبت میں تبدیل (convert) ہو جاتی ہے۔

ایک اور مثال دیکھیں کسی کے بھائی کی شادی تھی، بہت کوشش کے باوجود تقریب مخلوط ہوئی اور چوں کہ بھائی کی شادی تھی اس لیے شرکت کرنا بھی ضروری تھا۔ لیکن بھائی کی محبت کے نتیجے میں اللہ کی ناراضی مول لی، قرآن کا حکم توڑا اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت پر سمجھوتا (compromise) کیا۔

اگر آپ کے دل میں یہ خوف آتا ہے کہ کہیں میرا شمار اُن اُمتیوں میں سے نہ ہو جو آپ ﷺ کے لیے رنج اور رسوائی کے باعث ہوں گے۔ تو یہ آپ ﷺ سے محبت کی نشانی ہے، یہ بہت نیک جذبہ ہے۔ ہمیں ہر گھڑی امتی ہونے کا پاس ہونا چاہیے۔

اللہ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر شعوری طور پر دل سے سبحان اللہ نکلتا ہو یہ مستحب ہے۔
شعوری طور پر اللہ کی نعمتوں کا ادراک رکھیں، اللہ کی مہربانیوں اور لطافتوں پر نظر رکھیں اور ان

احسانات کے بدلے اللہ کا شکر بجالائیں۔

قرآن پڑھنے پڑھانے والوں سے بھی محبت رکھیں، کیوں کہ نیک لوگوں سے محبت رکھنا اللہ سے محبت کی راہ آسان کرتا ہے۔اس نیت سے محبت کریں کہ وہ ہمیں اللہ سے اور دین سے جوڑنے کی کوشش کرر ہے ہیں۔

نتیجہ:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب جائز چیزوں کی محبت واجب محبتوں پر حاوی ہو جائے تو یہ حرام کے درجے پر پہنچ جاتی ہے۔ اور ہمارا امتحان یہ ہے ان محبتوں میں اعتدال رکھا جائے۔ دنیاوی رشتوں کی محبتیں اور جبلّی محبتیں کبھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور جہاد کی محبت سے آگے نہ بڑھ جائیں۔

قرآن کا کثرت سے مطالعہ کریں اور کائنات پر غور کیا کریں تاکہ اللہ کی عظمت پیدا ہو۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات زندگی پڑھا کریں تاکہ اُن سے جذباتی وابستگی اور اپنائیت کا تعلق پیدا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی محبت کرنی چاہیے، ان کی تعظیم اور احترام بھی لازم ہے، یہ بھی واجب محبت ہے۔ اور اپنے جذبات کو ایسے ڈھالنا ہے کہ ہر چیز سے اللہ کی خاطر محبت کرنے لگیں۔

اللہ تعالیٰ خالص محبت کی توفیق عطا فرمائے! آمین، یارب العالمین۔

حرص (Greed)

حرص جس کو"لالچ" اور "طمع" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ انسانوں کے اندر پائی جاتی ہے۔ دیکھا جائے تو اپنی ذات میں یہ نہ اچھی ہے، نہ بُری ہے۔ بلکہ اس کا استعمال اس کو اچھا یا بُرا بناتا ہے۔

مطلوب حرص:

اگر انسان میں اپنے لیے بھلائی کا جذبہ ہے، اپنے ساتھ مخلص (sincere) ہے، اور اپنوں کے لیے بھلائی کا حریص ہے تو الحمدللہ یہ بہت اچھا جذبہ ہے۔ انسان کے اندر یہ خواہش وتمنا ہونی چاہیے کہ میرا بھلا ہو جائے اور دوسروں کا بھی بھلا رہے تو یہ حرص بُری نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾(التوبة:١٢٨)

"البتہ تحقیق آ گیا تمہارے پاس ایک رسول تمہی میں سے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے۔ تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔"

اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ "حریص" استعمال ہوا ہے، آپ ﷺ کے دل میں شدید تمنا تھی کہ انسانیت فلاح پالے۔ ایسی حرص انتہائی مبارک ہے جو دوسروں کو جنت کے اعلیٰ درجوں تک پہنچانے کے لیے ہو اور دوسروں کو آگ سے بچانے کے لیے ہو۔ سورۃ البقرہ میں مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے:

﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ﴾(البقرة:٧٥)

"کیا تم طمع رکھتے ہو، اس بات کی کہ وہ تمہاری بات کی تصدیق کریں گے۔"

یہاں بنی اسرائیل اور اُن کے بارے میں مسلمانوں کے نیک خیالات کا ذکر ہے۔ مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ مشرکین کے پاس کبھی کوئی رسول نہیں آیا، یہ ہمیشہ رسالت کے آداب سے بیگانہ رہے، کتاب کے جاننے والے نہیں تھے، اس لیے یہ اسلام کی اتنی شدید مخالفت کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس بنی اسرائیل جب اسلام کی دعوت اور پکار سنیں گے تو وہ نبی اکرم ﷺ پر فوراً ایمان لے آئیں گے۔ یعنی مسلمانوں کو بنی اسرائیل کے بارے میں حرص تھی کہ وہ بھی مشرف باسلام ہو جائیں۔ تو یہ ایسی حرص ہے کہ انسان کے پاس اگر کوئی خیر ہے یا کوئی اچھی چیز ہے اور اس کو حرص ہے کہ یہ خیر اور لوگوں کو بھی مل جائے کوئی محروم نہ رہے۔ دل میں لالچ اور حرص پیدا ہو کہ دوسرے بھی اس سے مستفید ہوں، فائدہ اُٹھائیں۔ یہ تو بے غرضی والی حرص ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ))[1]

''ان کاموں کی حرص کرو، جو تم کو فائدہ پہنچانے والے ہیں۔''

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ (البقرة: ۱۴۸)

''نیکیوں میں سبقت کرو۔''

﴿وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ﴾ (آل عمران: ۱۳۳)

''دوڑ جاؤ اللہ کی مغفرت کی طرف۔''

ہمیں یہ حرص ہونی چاہیے کہ مغفرت میرے حصے میں آ جائے اور یہ حرص ہونی چاہیے کہ بہت سارے نیک اعمال آخرت کے لیے ذخیرہ کر لیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شوق بھی اس ضمن میں قابل دید تھا۔ جیسے ہی نبی ﷺ کوئی ارشاد فرماتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُس پر عمل کرنے کو لپکتے۔ مثلاً ایک حدیث میں ذکر ہے کہ کوئی شخص اگر کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں شریک ہو تو اُس کو ایک قیراط اجر ملتا ہے اور اگر تدفین میں بھی شریک رہے تو دو قیراط اجر ملتا ہے۔ (قیراط، وزن کا

(۱) مسلم، کتاب القدر، باب فی الأمر بالقوة وترک العجز...

ایک پیمانہ ہے)۔حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث مبارکہ سن کر فرمایا: ''افسوس ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیے۔اگر حدیث پہلے سنی ہوتی تو ہم ضائع نہ کرتے۔''یعنی نیکیاں کمانے کی حرص ہوا کرتی تھی۔کوئی موقع چھوٹنے نہ پائے۔

تو ہم بھی اگر کسی کی عبادت کا یا نیک اعمال کا سنیں تو ہمیں بھی اسے اختیار کرنے کی حرص ہونی چاہیے۔کوشش کریں کہ کوئی نہ کوئی نیکی اعمال نامے میں ہمہ وقت جمع ہوتی رہے۔

کوئی سنت خواہ چھوٹی سے چھوٹی بھی ہو، اُس پر عمل کی جستجو ہونی چاہیے۔ اصلاحی خطبات میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت ایک دفعہ کسی گاؤں میں دعوت کے لیے جا رہے تھے، زوجہ بھی ساتھ تھیں۔جنگل میں پیدل کا سفر تھا اور ساتھ میں کوئی غیر بھی نہیں تھا۔ جب جنگل کے درمیان پہنچے تو خیال آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی سنتوں پر عمل کی توفیق ہوگئی ہے۔لیکن اہلیہ کے ساتھ دوڑ لگانے کا ابھی تک موقع نہیں ملا۔آپ نے سوچا کیوں نہ اس سنت پر بھی عمل ہو جائے۔تو آپ نے اہلیہ کے ساتھ دوڑ لگا کر اُس پر بھی عمل کر لیا۔کیا شوق ہے سنت پر عمل کرنے کا اور ہر سنت کتنی خوب صورت ہے۔مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دوڑ لگانے کا شوق نہیں تھا مگر سنت پر عمل کی غرض سے انھوں نے یہ کیا۔یہ ہے اتباع سنت! بہت اچھی حرص ہے۔

حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے کہ'' دو چیزوں کا حریص کبھی سیر نہیں ہوتا، دو چیزوں کا لالچ ایک دفعہ لگ جائے تو وہ لالچ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ایک علم اور دوسری دولت''

علم جتنا بھی ہو، کم لگتا ہے، طلب بڑھتی رہتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ اور علم جمع ہو جائے اور انسان کے پاس جتنی دولت آ جائے اُسے کم ہی لگتی ہے۔ظاہر ہے ان دو چیزوں میں سے علم کی حرص اچھی شے ہے۔

بُری حرص:

اب بُری حرص کی طرف آتے ہیں۔ بُری حرص وہ ہے جو دنیا کے لیے ہو۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

((لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَادِيَانِ وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ))[1]

''ابن آدم کو ایک وادی سونے سے بھری ہوئی بھی مل جائے تو وہ چاہے گا کہ دو مل جائیں۔اور ابن آدم کا پیٹ سوائے مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی''۔

قرآن میں آتا ہے۔

﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ☆ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ (التکاثر: ۲،۱)

''غفلت میں ڈالے رکھا تم کو کثرت کی ہوس نے حتیٰ کہ تم قبر تک پہنچ گئے''۔

پیسے کی حرص اگر انسان کو ہو جائے تو پیچھا نہیں چھوڑتی۔ بہت خراب اور مہلک چیز ہے، انتہائی منحوس ہے۔ یہ انسان کی زندگی کا مزہ بھی کرکرا کر دیتی ہے۔ عام طور پر حرص اور بخل ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ یعنی مال و دولت آ بھی جائے اور پھر کہیں جائے بھی نہ۔ یعنی جو حریص ہوتے ہیں وہ عام طور پر بخیل بھی ہوتے ہیں۔ جمع کر کر کے رکھتے ہیں، دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں جو آخرت کا حریص ہے اُسے انتہا پسند (extremist) کہہ دیتے ہیں اور جو دنیا کا حریص ہے اُسے ہم عالی ہمت اور اولوالعزم (ambitious) جیسے الفاظ سے سراہتے ہیں۔ یعنی گویا کہ دنیا کا حریص ہونا تو اچھی بات ہے اور آخرت کا حریص ہونا باعثِ شرم اور حماقت ہے۔

آخرت کا حریص پُرسکون، دنیا کا حریص بے سکون:

آخرت کا حریص ہونا انسان کو پُرسکون کر دیتا ہے اور دنیا کا حریص ہونا سکون غارت کر دیتا ہے۔ جو آخرت کے حریص ہوتے ہیں وہ کوئی شکایت نہیں کرتے کیوں کہ آخرت کے لیے زیادہ سے زیادہ جمع کرنا، زیادہ سے زیادہ تیاری کرنا اُن کے بس میں ہوتا ہے۔ سب کے لیے کیوں کہ برابر کا موقع (equal opportunity) ہے۔ یہ ایسی حرص ہے جو بآسانی پوری کی جاسکتی ہے۔ چھوٹی سی نیکی سے لے کر بڑی سے بڑی نیکی کے لیے میدان کھلا ہے۔ آئیں ہمت

[1] بخاری، کتاب الرقاق، باب مَا يُتَّقَى مِنْ فِتْنَةِ الْمَالِ

کریں اور نیکیوں کے خزانے اپنے نام کرلیں۔

جو دنیا کے حریص ہوتے ہیں وہ عموماً بے سکون رہتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا حاصل کرلینا انسان کے اپنے بس میں نہیں ہے جب اُسے اپنی پسند کی دنیا نہیں مل پاتی تو انسان جھنجلاتا (frustrate) ہے۔آپ خود مشاہدہ کرسکتے ہیں یہ لفظ آج کل کتنا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا کے حریص بہت جھنجلاتے (frustrate) ہیں۔ اداس (upset) رہتے ہیں۔ پریشان (tension) رہتے ہیں کیوں کہ ان کو اتنا ملتا نہیں جتنی ان میں ہوس ہوتی ہے۔حریص لوگ لمبے لمبے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ہلکان ہوتے رہتے ہیں۔بعض دفعہ حرص لوگوں کو چوری ، بے ایمانی، دھوکا اور رشوت تک پہنچا دیتی ہے۔ہاتھ میں پیسا نہیں ہے، جائز طریقے پر اُس چیز کو حاصل کرنے کا موقع بھی نہیں مل رہا،تو پھر کیا کیا ہتھکنڈے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔یہ آج کل ایک عام چیز ہوگئی ہے۔ یہ حرص کا مظہر ہے۔بعض لوگ معمولی معمولی چیزوں کی چوریاں کرتے ہیں مثلاً کسی کا کلپ اٹھالیا،لپ اسٹک چرالی،کوئی سکہ پڑا مل گیا تو اُٹھالیا اور چُپ کر گئے۔ایسی معمولی معمولی چیزیں، حقیر چیزیں بھی گناہ گار بنا دیتی ہیں۔دل کے اندر لالچ اور حرص گھر کرلیتی ہے، دنیا بہت ہوجاتی ہے۔حرص کی وجہ سے انسان کی عزت بھی ختم ہوتی ہے اور اُس کی شخصیت بھی پنپ نہیں پاتی۔

حرص کا مظاہرہ اس بات سے ہوتا ہے کہ کوئی ہر چیز کے بارے میں پوچھنے لگے، یہ کہاں سے لیا ہے؟ کہاں ملتا ہے؟ کب لی اور کتنے کی لی؟ دنیا کی ایک ایک چیز ان کی نظروں میں رہتی ہے کسی کے پاس دیکھتے ہیں تو فوراً حاصل کرنا چاہتے ہیں۔دل میں حرص پیدا ہوجاتی ہے کہ ہمارے پاس بھی یہ چیز آجائے۔اگر وہ چیز حاصل کرلیں تو تھوڑی دیر کی خوشی ہوتی ہے پھر کسی دوسری چیز کو کسی کے پاس دیکھ کر پھر اُن کا سکون ختم ہوجاتا ہے۔کوئی چیز اگر حاصل بھی ہوجائے تو وہ کافی نہیں لگتی اور نگاہیں پھر نئی اشیاء پر مرکوز ہوجاتی ہیں۔

حرص کے مقابلہ میں قناعت:

نبی اکرم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ:

((قَالَ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ)) [1]

''کامیاب اور بامراد ہوا وہ بندہ جس کو دولتِ اسلام نصیب ہوئی اور اس کو روزی بھی بقدر کفاف ملی۔''

ایسے شخص کو نبی اکرم ﷺ نے کامیاب اور بامراد کہا ہے جس کو اللہ نے انتہائی قلیل روزی پر بھی قانع بنا دیا تو حرص کا علاج قناعت ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں دُعا آتی ہے:

((اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ)) [2]

''اے اللہ مجھے قناعت کرنے والا بنا دے اس پر جو تو نے مجھے دیا اور اُسی میں میرے لیے برکت ڈال دے''۔

حدیث مبارکہ ہے ابو ہریرہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ)) [3]

''دولت مندی مال و اسباب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اصل دولت مندی دل کی بے نیازی ہے۔''

یعنی حرص کبھی بھی ختم نہیں ہوتی چاہے۔ لکھ پتی سے کروڑ پتی ہو جائے یا ارب پتی، کھرب پتی کیوں نہ ہو جائے، حرص ختم نہیں ہوتی۔

اصل چیز دل کی بے نیازی ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

(يا أبا ذر تقول كثرة المال الغنى ؟) قلت : نعم قال : (تقول قلة المال الفقر ؟) قلت : نعم قال ذلک ثلاثا ثم قال رسول الله صلى

---

(۱) مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکفاف والقناعة

(۲) المستدرک علی الصحیحین، کتاب الامامة و صلاة الجماعة، کتاب الدعاء و التکبیر ...

(۳) بخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس ...

اللہ علیہ و سلم : (الغنی فی القلب و الفقر فی القلب)[1]

''ابوذر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مال زیادہ ہونے کا نام دولت مندی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول ﷺ ایسا ہی سمجھا جاتا ہے''۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا'' کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مال کم ہونے کا نام فقیری اور محتاجی ہے''۔ میں نے عرض کیا'' جی ہاں! یارسول اللہ ﷺ ایسا ہی خیال کیا جاتا ہے''۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ((اَلْغِنٰی فِیْ الْقَلْبِ وَ الْفَقْرُ بِالْقَلْبِ)) ''دولت مندی دل کے اندر ہوتی ہے اور فقیری اور محتاجی بھی دل کے اندر ہوتی ہے''۔

جو جتنا حریص ہوتا ہے اتنا ہی فقیر ہوتا ہے۔ جتنا بھی زیادہ مال آئے اس کو کم ہی لگتا ہے۔ الماریاں بھری ہوئی ہیں کپڑوں سے لیکن کہیں گے کچھ پہننے کو ہے ہی نہیں۔ بینک بیلنس بھرے پڑے ہیں۔ گھر اور جائیدادیں کئی رقبوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ پھر بھی دل اُسی میں اٹکا ہوا ہے جو دوسروں کے پاس ہے۔ اصل فقر تو یہ ہے۔ اور جو ہر حال میں اللہ کا شکر کرے، وہی اصل غنی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انصار میں سے کچھ لوگوں نے ایک دفعہ آپ ﷺ سے کچھ طلب کیا۔ آپ ﷺ نے اُن کو عطا فرمایا مگر اُن کی مانگ ختم نہ ہوئی۔ انہوں نے پھر طلب کیا آپ ﷺ نے پھر عطا فرمایا یہاں تک کہ جو کچھ آپ ﷺ کے پاس تھا وہ سب ختم ہو گیا اور کچھ نہ رہا۔ تو آپ ﷺ نے ان انصار سے فرمایا:

''سنو! جو مال دولت بھی میرے پاس ہوگا اور کہیں سے آئے گا میں اس کو تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا اور اپنے پاس ذخیرہ نہیں کروں گا۔ بلکہ تم کو دیتا رہوں گا۔ مگر یہ بات خوب سمجھ لو کہ اس طرح مانگ مانگ کر حاصل کرنے سے آسودگی اور خوش عیشی حاصل نہ ہوگی۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو خود عفیف بننا چاہتا ہے (یعنی اپنی عزت کو سنبھالنے والا) حرص نہیں کرتا، ہاتھ نہیں پھیلاتا کسی کے آگے۔ (یعنی جو دوسروں کے آگے اپنے آپ کو ہاتھ پھیلانے سے بچانا چاہتا ہے تو اللہ

(۱) المعجم الکبیر، جندب بن جنادة أبو ذر الغفاری

تعالیٰ اُس کی مدد فرماتا ہے اور سوال کی ذلّت سے اُس کو بچا دیتا ہے) اور جو کوئی بندوں کے سامنے اپنی محتاجی ظاہر کرنے سے بچنا چاہتا ہے (یعنی اپنے آپ کو بندوں کا محتاج اور نیاز مند بنانا نہیں چاہتا)، اللہ تعالیٰ اس کو بندوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔''

اس کی ہمیں تمنا کرنی چاہیے۔ حرص کیا کرتی ہے چوری کے بارے میں ہم نے اوپر ذکر کیا، دوسروں سے مانگنے کی عادت، یہ دے دو، وہ دے دو۔ اور مانگنا چاہے کھلم کھلا بھیک مانگنا ہو یا فرمائش کرنا ہے حرص ہی۔

حرص اور بخل:

ہم نے عرض کیا تھا کہ حرص کے ساتھ بخل ضرور ہوتا ہے۔ حریص چاہتا ہے چیزیں آتی رہیں اور خرچ بھی نہ ہوں۔ اس وجہ سے وہ ان نعمتوں سے لطف اندوز نہیں ہو پاتا۔ نہ خود پر خرچ کرتا ہے اور نہ دوسروں کو دینا چاہتا ہے۔ ان چیزوں کی طرف سے فکر مند رہتا ہے، دھڑکا لگا رہتا ہے کہیں میرے پاس سے چلی تو نہیں جائے گی، کہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ ایسے دنیا جمع کر کے تو کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔

سو اللہ تعالیٰ سے غنیٰ اور قناعت کی دُعا کرنی چاہیے۔ یہ حرص کا علاج ہے جو اللہ نے دے دیا ہے اُس پر اللہ قانع کر دے۔ اللہ تعالیٰ لالچ سے بچا لے۔

رسول اکرم ﷺ نے بھی قناعت مانگی ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا یُسْتَجَابُ لَهَا)) [1]

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسے دل سے جو بے خوف ہو اور ایسے نفس سے جو کہ سیر نہ ہو (جس کی خواہشات ختم ہی نہ ہوں) اور ایسی دُعا سے جو مقبول نہ ہو''۔

(1) مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل...

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حرص اور لالچ سے اپنی پناہ میں رکھے، یہ زندگی کا سکون ختم کرنے والی، برباد کرنے والی چیز ہے۔ بلکہ ایک اور حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِیَّاکُمْ وَالشُّحَّ فَاِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِالشُّحِّ أَمَرَهُمْ بِالْبُخْلِ فَبَخِلُوا وَأَمَرَهُمْ بِالْقَطِيعَةِ فَقَطَعُوا وَأَمَرَهُمْ بِالْفُجُورِ فَفَجَرُوا))[1]

''حرص اور طمع سے بچو کیوں کہ تم سے پہلی قومیں اسی حرص سے تباہ ہوئیں۔ اسی نے اُن کو بخل کرنے کو کہا تو اُنہوں نے بخل اختیار کیا۔ اِسی نے اُن کو قطع رحمی (یعنی حقوق قرابت کی پامالی) کے لیے کہا تو انہوں نے قطع رحمی اختیار کی۔ اسی نے اُن کو برائی کے لیے کہا تو انہوں نے برائیاں کیں۔''

یہ سب چیزیں کس سے پیدا ہوئیں؟ حرص سے۔ یہ سب حرص کی وجہ سے ہوا۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔ ان بُرائیوں اور خباثتوں سے محفوظ رکھے۔
(آمین یارب العالمین)

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب الشح

خیانت

خیانت پر گفتگو کا آغاز ہم صحیح مسلم کی ایک حدیث سے کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَرْبَعَةٍ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَفِيْ رواية وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ))(۱)

''منافق کی ۳ علامتیں ہوتی ہیں: (۱) جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ (۲) جب وعدہ کرتا ہے، خلاف ورزی کرتا ہے۔ (۳) جب اس کے پاس امانت رکھوائی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے''۔ بعض روایات میں ایک چوتھی نشانی کا اضافہ ملتا ہے۔ (۴) جب جھگڑتا ہے تو پھٹ پڑتا ہے یعنی غصہ میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔

نفاق:

ہم ان صفحات میں دراصل نفاق ہی کے مختلف پہلو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نفاق کی بیماری اتنی گھمبیر ہے، اتنی ہلاکت خیز، خوف ناک اور پُر پیچ ہے کہ کسی ایک عنوان کے تحت اس کو سمجھنا ناممکن ہے، ہم کوشش کر رہے ہیں کہ کئی سمتوں سے اس کا گھیرا تنگ کریں۔ سر دست ہم خیانت کے پہلوؤں پر بات کریں گے، کیوں کہ کچھ سطور قبل ہمارے سامنے حدیث آئی تھی کہ منافق کے پاس جب امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ خیانت کر بیٹھتا ہے۔ عربی میں اس کو ''غِش'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک طرح سے دھوکا ہوتا ہے، خیانت بھی ایک طرح سے دھوکا ہی ہے، اس کو غُلول بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾ (المؤمنون: ۸)

''مومن تو وہ ہیں جو اپنی امانتوں کی اور عہدوں کی نگرانی کرتے ہیں۔''

یہ شان ہوتی ہے مومن کی۔ قرآن میں خیانت کی بہت مذمت کی گئی ہے۔ منافقین خود

(۱) مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذ من شر ما عمل...

خیانت کرتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کو الزام دیتے تھے۔ یہ بھی منافق کا ایک طریق واردات ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو ٹھیک نہیں کرتا اور دوسروں پر الزام تراشی کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے حق میں فرمایا کہ:

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (آل عمران: 161)

''کسی نبی کا یہ کام نہیں ہوسکتا کہ وہ خیانت کر جائے اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہوگا۔ پھر ہر جان کو اُس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔''

جو نرمی رسول ﷺ کے دل میں تھی، جو خیر خواہی آپ ﷺ کے دل میں تھی، اس کے تحت ان منافقین کے لیے بھی آپ ﷺ کے دل میں درد تھا۔ آپ ﷺ ان کی بھی حمایت کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کو خیانت کاروں کی حمایت سے روک دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ ﷺ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والے مت بنیے، چھوڑ دیجیے ان کو۔ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ مومنوں کی حمایت کیجیے، ان کی طرف سے آپ ﷺ اللہ سے درخواست کیجیے۔ ان منافقوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیجیے۔''

سورۃ انفال میں فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ﴾(الانفال: ۵۸)

''بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

سورۃ المومن میں فرمایا:

﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ﴾(المومن: ۱۹)

''اللہ تو نگاہوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ سینے چھپاتے ہیں اُس کو بھی جانتا ہے''۔

نبی اکرم ﷺ نے ہمیں امانت کی بہت تاکید کی ہے اور خیانت سے بچنے کی تلقین کی

ہے۔ مسند احمد میں حدیث مبارکہ ہے ابوعمامہ رضی اللہ عنہ باہلی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ))[1]

''مومن کی طبیعت اور فطرت میں ہر خصلت کی گنجائش ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔''

مومن نہ خیانت کرسکتا ہے اور نہ جھوٹ بول سکتا ہے، اس کے علاوہ بہت سی کمزوریاں مومن کے اندر ہوسکتی ہیں۔ لالچ ہوسکتا ہے، کسی بے حیائی کے کام میں بھی کبھی ملوث ہوسکتا ہے۔ غیبت بھی کرسکتا ہے۔

جامع ترمذی میں ایک حدیث مبارکہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((التَّاجِرُ الْأَمِينُ الصَّدُوقُ الْمُسْلِمُ مَعَ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[2]

''سچا اور امانت دار مسلم سوداگر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔''

ابوداؤد میں ایک اور حدیث ہے سفیان ابن اُسَید الحزرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے:

((كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ))[3]

''یہ بہت ہی بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات جھوٹی بیان کرو جب کہ وہ تم کو اس بیان میں سچا سمجھتا ہو''۔

یعنی ایک شخص کا اتنا رعب ہے، اس انداز کے جھوٹ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت سے تعبیر کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت عرصہ غلام رہے)، وہ فرماتے ہیں کہ کوئی خطبہ ایسا نہ تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہوا اور اُس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا ہو کہ:

(۱) مسند أحمد، مسند الانصار، حديث ابو عمامه الباهلى

(۲) سنن ابن ماجه، كتاب التجارة، باب الحس على المكاسب

(۳) سنن ابو داؤد، كتاب الأدب، باب في المعاريض

((لَا اِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ))[1]

''اس شخص کا کوئی دین نہیں، جس میں عہد کا پاس نہیں اور ایسے شخص کا کوئی ایمان نہیں، جس میں امانت نہیں۔''

عربی زبان میں امانت کے معنی ہیں ''کسی شخص پر کسی بات کا بھروسا کرنا''۔ یہ لفظی معنی ہیں، لہٰذا ہر وہ چیز جو دوسرے کے سپرد کی گئی ہو، اس کے حوالے کی گئی ہو یہ سوچ کر کہ یہ اس کا خیال رکھے گا، اس کا حق ادا کرے گا، وہ چیز امانت بن جاتی ہے۔ تو یوں جانیے کہ عُہدہ بھی امانت ہے۔ ہر ذمہ داری جو سونپی جائے امانت ہے۔ ذمہ داری کا حق ادا کرنا پڑے گا۔

ہمارے ہاں امانت کا تصور بہت محدود ہو گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ صرف مال و دولت، نقد پیسا، زیور رکھنا ہی امانت ہے، جب وہ مانگے تو پوری پوری واپس کر دے، صرف یہ امانت ہے۔ حالاں کہ امانت کے بہت وسیع معنی ہیں۔

مختلف امانتیں:

ہم دیکھیں گے کہ کیا کیا امانت کے زمرے میں آتا ہے۔ اور کیا ہم خیانت کے مرتکب تو نہیں ہو رہے؟۔

اللہ کی امانت:

اللہ کی امانت سے گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔ کیوں کہ ہمارے خالق کا ہی ہم پر سب سے زیادہ حق ہے۔ اللہ نے ہمارے پاس کیا چیز امانت رکھوائی ہے۔ سورۃ الاحزاب میں اس کا ذکر آتا ہے:

﴿ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ﴾ (احزاب: ۷۲)

''اور ہم نے اس امانت کو زمین اور آسمانوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تو اُنہوں نے اس کو اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اُٹھا لیا۔''

یہ کس امانت کا ذکر کیا جا رہا ہے؟ وہ کون سی امانت ہے جو ہم نے اُٹھالی؟ کسی انسان کو

---

(۱) مسند احمد، مسند المکثرین، حدیث انس بن مالک

بھی وہ عالم یادنہیں، جب اُس نے بارِامانت اُٹھایا تھا لیکن اس کے باوجود ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ نے ایک خاص امانت ہم انسانوں کو دی ہے۔ ''دین'' جس کے لیے ہمیں بااختیار زندگی دی ہے اور اس بااختیار زندگی کے ساتھ اللہ نے ایک جسم عطا کیا ہے۔ جس میں آنکھ دی ہے، کان دیے ہیں، زبان دی ہے۔ یہ سب ہمارے پاس امانت ہیں۔

اپنی ذات کی امانت:

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنے اصلاحی خطبات میں بہت تفصیل سے اس معاملے پر روشنی ڈالی ہے۔ سب سے پہلے زندگی کی امانت کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر زندگی جس جسم کے اندر مقید ہے وہ بذات خود ایک امانت ہے۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ نے یہ زندگی ہمیں کسی صلے کے طور پر نہیں دی، نہ ہم نے مانگی تھی بلکہ ہمارے پاس امانۃً رکھوادی گئی ہے۔ جسم بھی ہماری ذاتی جاگیر نہیں ہے، کہ اس کے ساتھ ہم جو چاہیں سو کریں، بلکہ اللہ نے ہمارے پاس رکھوایا ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے ہاتھ یا اپنی آنکھ کا مالک ہوں تو یہ اُس کی غلط فہمی ہے۔ وہ بھلا مالک کیسے بن گیا؟ کیا اُس نے یہ اعضا خریدے ہیں؟ جو شے بغیر ملکیت کے کسی کے پاس رکھوائی جائے، وہ امانت ہی ہوتی ہے۔ اور اگر ہم دنیا بھر کی دولت خرچ کر دیتے، تب بھی یہ آنکھیں نہ خرید سکتے۔ یہ سراسر اللہ کی عنایت ہے، اللہ ہی نے ان میں دیکھنے کی صلاحیت رکھی ہے تو ہم دیکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ آنکھیں امانت ٹھہریں، ان کی حفاظت اور ان کا حق ادا کرنا ہے۔ سورۃ المؤمن کی آیت گزر چکی ہے کہ اللہ آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے۔ تو آنکھوں کی امانت کیا ہے؟ ان کو اگر اسی طرح استعمال کیا جائے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے، جیسی اس کی مرضی ہے تو پھر امانت کا حق ادا کر دیا۔ اگر ہم ان چیزوں کو دیکھنا شروع کر دیں جن پر نگاہ کرنے سے روکا گیا ہے تو یہ نظروں کی خیانت ہے۔ اور ایمان تو ہے ہی امانت کا نام، ایمان دار امین ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا، ''اس کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت کی پاس داری نہیں''۔ یعنی ایمان کا تقاضا ہے کہ آنکھوں کو امانت سمجھ کر اُن کی حفاظت کی جائے۔

اسی طرح کان بھی امانت ہیں ،اللہ تعالیٰ نے ہمیں سننے کی صلاحیت دی ہے۔ہم تفریحی باتیں بھی سن سکتے ہیں،ایک دوسرے کی گفتگو بھی سن سکتے ہیں،کئی آوازیں سن سکتے ہیں لیکن بس چندآوازوں پر پابندی ہے۔غیبت نہ سُنی جائے،موسیقی سے بچا جائے اورفحش باتوں کو پھٹکنے بھی نہ دیا جائے۔اگراپنے کانوں کو کچھ چیزوں سے بچالیا تو ہم نے امانت کی حفاظت کرلی اوراگران حرام چیزوں میں مبتلا ہوگئے تو گویا خیانت کرڈالی۔

اسی طرح زبان بھی امانت ہے۔جن باتوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے وہ ہرگز زبان پر نہ آئیں ورنہ یہ خیانت ہوجائے گی۔کفریہ اورشرکیہ کلمات،فحش اور بے حیائی والے کلمات ادانہ کرے۔اللہ کے ذکر میں اوراللہ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے،اُن میں زبان کومصروف رکھے۔زبان اُس کے ذکر سے تر رکھے،ایسا شخص زبان کی امانت کا حق ادا کردے گا۔

سوپہلی امانت زندگی اورصحیح سالم جسم ہے۔اسی لیے اسلام میں خودکشی حرام ہے۔ اگر یہ ذاتی چیز ہوتی تو اس کوسلب کرنے کا اختیار رہوتا۔چوں کہ جان ہماری ملکیت نہیں ہے۔ یہ تو ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے۔ہم اس میں خیانت کیسے کرسکتے ہیں۔اللہ نے جان دی ہےاورصرف اللہ ہی کوحق ہے کہ وہ جب چاہے اُس کو لے لے۔ہم اسے ضائع نہیں کرسکتے۔ یہ خیانت ہوجائے گی۔تو اسلام میں خودکشی کا تصورموجودنہیں۔خودکشی کرنا کبیرہ گناہ ہے، یہ بہت بڑی خیانت ہے۔اللہ کی مرضی کے خلاف اپنی جان خود لے لی۔یہ چند چیزیں ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔

انسانوں کی امانتیں اوران میں خیانت:

انسانوں کے ساتھ تعلقات اورمعاملات پرنظر دوڑائیں کہ انسانوں کے ساتھ خیانت کس کس طرح کی جاتی ہے؟ مال ودولت اورزیورات میں تو اب کم ہی دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی نےکسی کے ساتھ خیانت کی لیکن پھربھی اگرکسی کے پاس کوئی امانت ہوتو اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خاص طور پرہمیں یہ نصیحت فرمائی ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ اِلٰى أَهْلِهَا﴾ (النساء:۵۸)

''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اُن کے اہل کی طرف لوٹا دو۔''

جب سے بینک اور لاکر کا رواج پڑا ہے، تب سے لوگ ایک دوسرے کے پاس اپنی چیزیں عام طور پر نہیں رکھواتے۔ لیکن چھوٹی موٹی چیزوں کا لین دین ہوتا رہتا ہے۔ کتابیں، گھر کے استعمال کی چیزیں، کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ۔ اکثر لوگ کتابیں پڑھنے لے جاتے ہیں اور پھر کبھی واپس نہیں کرتے، یہ بھی خیانت ہے۔ یا تو لاپرواہی برتنے کی وجہ سے کھو جاتی ہیں، یا بچوں کے ہاتھوں پھٹ جاتی ہیں یا اُن کے گھر سے کوئی اور اُٹھا کر لے جاتا ہے۔ اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے، وہ کتاب یا کوئی اور شے جو آپ مانگ کر لائے تھے، وہ لوٹانا ضروری ہے۔ مانگی ہوئی چیزیں ضرور واپس کریں، وہ امانت ہیں۔ عموماً ہم قریبی رشتہ داروں کی چیزیں نہیں لوٹاتے۔ دُور پرے کے لوگوں کی چیزیں پھر بھی لوٹا دیتے ہیں۔ خواہ ماں سے کوئی چیز لیں، بھائی بہن یا قریبی دوست ہی سے ہی کچھ کیوں نہ لیا ہو ہو، ضرور واپس کرنا چاہیے۔

اصل جذبہ یہ ہونا چاہیے کہ امانت میں خیانت نہ ہو۔ اگر آپ نے عاریۃً کوئی چیز لی ہے تو اُس کو واپس کرنا آپ پر فرض ہے اور اس کے مالک کا حق ہے۔ آپ نے اپنی بیٹی سے پنسل یا قلم مانگا تو استعمال کر کے واپس کر دیجیے، اس طرح بچوں کی بھی تربیت ہوگی کہ دوسروں کی چیزوں پر قبضہ نہیں کرنا اور آپ بھی اُن کے لیے نمونہ بن جائیں گے۔

اگر کوئی آپ کے ہاں کھانا بھجوائے تو بہتر یہ ہے کہ برتن اُسی وقت دھو کر واپس کر دیں یا پھر جلد از جلد واپس کریں۔ مدتوں اپنے گھر میں مت رکھیں اور نہ اُن کو استعمال کریں۔ ایسا نہ ہو ٹوٹ جائیں یا استعمال کے قابل نہ رہیں۔ امانتوں کو پوچھے بغیر استعمال نہیں کر سکتے اس کا خیال رکھا کریں۔ پاس پڑوس سے کبھی کبھار کوئی مشین بھی لے لی جاتی ہے۔ اس معاملے میں بھی احتیاط برتیں، کہیں استعمال کے دوران خراب نہ ہو جائے، اور پھر اچھی طرح صاف کر کے پہلی فرصت میں واپس کیجیے۔ یہ آپ کا فرض ہے، دوسرے کو اپنی چیز مانگنا نہ پڑے۔ اپنے بچوں میں بھی یہ عادت ڈالیں

کہ کسی کی کوئی چیز بغیر اجازت کے نہ اُٹھائیں اور اگر مانگ کر لی ہے تو لازماً واپس دیں۔

عہدے کی امانت:

اب امانت کا تعلق عہدے یا ذمہ داری یا ملازمت سے جوڑیں۔ کسی نے یہ ذمہ داری قبول کی ہے کہ میں دن کے آٹھ گھنٹے کام کروں گا تو اب اُس کو کام کرنا ہے۔ اگر وہ اس میں کمی کوتاہی کر رہا ہے تو اس امانت میں خیانت کر رہا ہے، اپنے عہد (commitment) میں خیانت کر رہا ہے۔ کوئی اچانک مجبوری آجائے کہ پورا وقت نہ دے سکے تو اطلاع ضرور دے لیکن عہد کر کے اس طرح اوقات میں اطلاع دیے بغیر کمی بیشی کرنا خیانت میں شمار ہوگا۔

مفتی صاحب نے لکھا ہے دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کا معمول تھا کہ تدریس کے دوران اگر اُن سے کوئی دوست احباب ذاتی غرض سے ملنے آجاتے تو وہ وقت نوٹ کر کے ملاقات کرتے اور یوں مہینے میں ایسی ذاتی مصروفیات کے اوقات کا حساب لگا کر انتظامیہ کو بھیج دیتے کہ مہینے میں اتنے گھنٹے ہم نے اپنے کاموں میں صرف کیے ہیں۔ تنخواہ سے یہ پیسے کاٹ لیے جائیں۔ یہ کوئی اساطیری قصے (fairy tales) نہیں سنائے جا رہے، بلکہ نیک لوگ امانت کا اسی قدر خیال رکھتے ہیں۔ اندازہ کریں اتنے امانت دار اور ایسے دیانت دار تھے کہ ان اوقات کی تنخواہ نہیں وصول کرتے تھے جن کو ذاتی کاموں میں خرچ کر دیا ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ آتا ہے جب وہ خلیفہ تھے تو وہ اندھیرے میں چراغ جلا کر حکومت کا کوئی کام کر رہے تھے۔ اتنے میں اُن کے بھائی اُن سے ملنے کے لیے آگئے، جیسے ہی وہ داخل ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چراغ بجھا دیا۔ اُن کے بھائی نے کہا یہ آپ نے کیوں کیا؟ اُنہوں نے جواب دیا اس لیے کہ اس چراغ میں بیت المال کا تیل جل رہا تھا اور تم ذاتی بات کرنے آئے ہو۔ اگر بیت المال کے تیل کی روشنی میں تمہارے ساتھ ذاتی گفتگو کروں گا تو خیانت ہو جائے گی۔

ایک اور واقعہ لکھتے ہیں کہ مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم

تھے، پھر استاذ بنے تو اُن کی تنخواہ دس روپے تھی۔ جب عمر زیادہ ہوگئی، تجربہ زیادہ ہوا تو مجلس شوریٰ نے ان کی تنخواہ بڑھانے کی تجویز دی تو دس روپے کی بجائے پندرہ روپے ماہانہ تنخواہ کردی گئی۔ جب اُن کو دس کی جگہ پندرہ روپے تنخواہ ملی تو اُنہوں نے پوچھا یہ کیوں؟ بتایا گیا کہ مجلس شوریٰ کا فیصلہ ہے کہ آپ کی تنخواہ بڑھادی جائے۔ آپ نے اضافی تنخواہ لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ پہلے میں جوان تھا، زیادہ وقت پڑھاتا تھا، اب بوڑھا ہوگیا ہوں، زیادہ پڑھا نہیں سکتا، کم وقت دیتا ہوں۔ اس لیے میری تنخواہ میں اضافے کا کوئی جواز نہیں۔

شاگرد کو دیے گئے نمبر بھی گواہی ہوتی ہے کہ اس نے کتنی محنت کی ہے اور کتنی تیاری کی ہے۔ کتنے نمبر اس کا حق ہیں؟ طلبہ عام طور پر شکایت کرتے ہیں کہ ہمیں کم نمبر ملے ہیں، ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے یا حساب کتاب کی غلطی ہوئی ہے۔ لیکن اگر غلطی سے نمبر زیادہ دے دیے جائیں تو کوئی نہیں بتاتا کہ مجھے غلطی سے زیادہ نمبر مل گئے ہیں، ان کو کم کردیا جائے۔ شاگرد کو چاہیے کہ وہ احساس کرے کہ اگر میں نے یہ غلطی پوشیدہ رکھی تو خیانت ہوجائے گی۔ ان نمبروں پر میرا حق نہیں بنتا۔ اس کو ان نمبروں کو واپس کرنا چاہیے، ورنہ خیانت کا مرتکب ہوجائے گا۔

آج حال یہ ہے کہ کہیں مفت فون کرنے کو مل جائے یا کسی آفس میں فون کی سہولت ہو تو فوراً جگہ جگہ فون کرنا شروع کردیں گے۔ دفتروں میں خاص طور پر اہل کار اور افسران لمبی لمبی کالیں کر کے ادارے کا وقت اور پیسا ضائع کر کے خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور کان پر جوں تک نہیں رینگتی کہ دفتر کی چیزیں ذاتی کاموں کے کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہییں۔

سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ﴾

(الانفال: ٢٧)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم اللہ اور رسول ﷺ سے خیانت مت کرو اور تم اپنی امانتوں میں بھی خیانت مت کرو۔“

خیانت کے جواب میں خیانت جائز نہیں:

اگر ایک شخص خیانت کرتا ہے تو اُس کے ساتھ کیا روّیہ کرنا چاہیے، اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ)) [1]

''جو تمہارے ساتھ خیانت کرے، اُس کے ساتھ خیانت مت کرو۔''

اور یہ آپ ﷺ نے عملی طور پر کر کے دکھایا۔ غزوہ خیبر کا واقعہ ہے، یہودی بڑے طاقت ور تھے۔ اپنے قلعوں کے اندر بند ہو کر بیٹھ گئے تھے اور مسلمانوں نے اُن کا محاصرہ کیا ہوا تھا، حالت جنگ تھی اور حالت جنگ میں دشمن کا سارا مال حلال ہوتا ہے۔ واقعہ آتا ہے کہ ایک چرواہا نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، یہودیوں کی بکریوں کا ریوڑ چرا رہا تھا، اُس نے اسلام قبول کر لیا اور کہا ''آپ ﷺ مجھے حکم دیجیے میں کیا کروں'' آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت اللہ کی راہ میں جہاد ہو رہا ہے، اس میں حصہ لے لو''۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ بکریاں تمہارے پاس یہودی کی ہیں، ان کو واپس کر دو پھر تم آنا، وہ گیا بکریوں کو یہودی بستیوں کی طرف ہانک دیا اور دوبارہ آیا، جنگ میں حصہ لیا اور لڑتا ہوا اللہ کی راہ میں شہید ہوا''۔ اس نے ایک وقت کی نماز بھی نہ پڑھی، صرف کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہونے کا اعلان کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس کو جنت الفردوس میں دیکھ رہا ہوں''۔ صرف ایک عمل شہادت سے پہلے کر گیا اور وہ تھا امانت کی واپسی !! اور پھر شہادت کا رتبہ بھی ملا۔ دیکھیے نبی اکرم ﷺ کا عمل کہ آپ ﷺ نے امانت کا کتنا خیال رکھا۔ جنگ ہو رہی تھی اور آپ ﷺ نے امانت کا مال واپس کروایا۔ حالاں کہ یہودی دشمن تھے، وہ تو قدم قدم پر رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کا معاملہ کر چکے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ سبق نہ دیا کہ چوں کہ وہ خیانت کرتے رہے ہیں ہمارے ساتھ تو ہم بھی خیانت کریں اور اُن کے مویشی رکھ لیں۔ تو یہ دھوکا دینا، خیانت کرنا، یہ مسلمانوں کی شان نہیں۔

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجل یأخذ حقه۔

مریض کی بات امانت:

اسی طرح کوئی مریض اپنی کیفیت یا مرض کسی ڈاکٹر کو بتاتا ہے تو اُس کی بات ڈاکٹر کے پاس امانت ہے۔ اُس کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس کے مرض کا تذکرہ ہر آنے والے کے ساتھ کرے، خود تک محدود رکھنا چاہیے۔

اسی طرح اگر کوئی آپ کو کوئی بات بتاتا ہے اور یہ بھی تاکید کرتا ہے کہ اسے پوشیدہ رکھیے گا۔ پھر اگر آپ کسی سے اس کا ذکر کرنا چاہ رہے ہیں تو پہلے اجازت لے لیں، پوچھ لیں کہ کیا میں دوسروں سے مشورہ لے سکتا ہوں۔ اگر اجازت دے تو پھر دوسرے سے راہ نمائی لیں ورنہ آپ کے پاس اختیار نہیں ہے کہ کسی کے سامنے اس کا تذکرہ کریں، یہ آپ کے پاس امانت ہے۔ بعض خواتین اپنے شوہروں کو اپنا ہی حصہ سمجھتی ہیں، یعنی جو مجھے پتا ہے، وہ میرے شوہر کو بھی پتا ہونا چاہیے۔ یہ تو ایک ہی بات ہے اور بلا جھجک دوسروں کی کہی ہوئی باتیں اپنے شوہروں کو بتا دیتی ہیں۔ یہ خیانت ہے، گناہ ہے۔ عورت کو چاہیے شوہر کو بتانے سے پہلے جس کی بات ہے، اس سے اجازت لے۔ یاد رکھیں تمام راز امانت ہوتے ہیں، کسی اور کو اُن کے بارے میں بتانا خیانت ہے۔

خیانت پر خیانت:

ہمارے معاشرے کی ایک خامی یہ ہے کہ مثلاً ایک خاتون دوسری سے راز داری میں کہتی ہے کہ یہ بات فلاں نے مجھے بتائی ہے مگر تم کسی کو مت بتانا، تیسری خاتون اگلی سے بھی یہی تقاضا کرتی ہے اور بتا دیتی ہے، اس طرح ایک زنجیر (chain) بن جاتی ہے، ایک سلسلہ چل پڑتا ہے۔ خواتین کو چاہیے کہ اپنے تجسس (curiosity) پر قابو رکھیں اور دوسروں کو بھی اگر کوئی راز افشا کرتے سنیں تو منع کر دیں کہ یہ خیانت ہے۔ دوسروں کی اصلاح کریں اور ان کی مدد کریں۔ کوئی آپ کو کسی کا راز بتانا چاہے تو منع کر دیں اور اگر آپ خود کسی کے بارے میں کسی سے پوچھ رہے ہیں اور وہ کہہ دیتا ہے کہ اس نے بتانے سے منع کیا ہے تو اصرار نہ کریں، مزید کھود کرید نہ کریں۔

کسی کا فون اور چھپی بات سننا خیانت ہے:

اس طرح ٹیلی فون پر دوسروں کی گفتگو سننا خیانت ہے۔ انگریزی میں کہاوت ہے:

"Evils droppers never hear good about themselves"

''جو چھپ چھپ کر دوسروں کی گفتگو سنتے ہیں، اپنے بارے میں کوئی خیر نہیں سنتے۔''

اگر گھر میں یا دفتر میں ٹیلی فون کا ایکسٹینشن ہے تو کبھی بھی جان بوجھ کر دوسرے سیٹ سے دوسروں کی باتیں مت سنیں، اگر کبھی فون اٹھایا اور پتا چلا کہ پہلے سے بات چل رہی ہے تو فوراً اپنی طرف والا سیٹ رکھ دیں، چھپ کر سننا تعلقات کے لیے بھی بُرا ہے اور گناہ تو ہے ہی۔ حدیث مبارکہ میں بھی اس کا ذکر آتا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کے خط پر نظر دوڑائی، اس نے آگ میں جھانکا۔ کسی کی نجی گفتگو سننے کی اتنی ممانعت ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ''مجلسیں امانت ہوتی ہیں''۔ مجلس میں جو بات کی گئی ہوتی ہے، وہ بھی امانت ہوتی ہے، اب یہ نہ ہو کہ مجلس میں کوئی بات سنی اور اُس میں تھوڑا بہت سچ جھوٹ ملا کر سیاق وسباق سے کاٹ کر دوسروں کے سامنے بتانا شروع کر دیا۔ یہ امانت میں خیانت بھی ہے اور جھوٹ ملانے کا گناہ بھی، اس لیے ان چیزوں کے بارے میں بہت ہی محتاط رہنا چاہیے۔

دھوکا اور خیانت:

جہاں تک دھوکے کا تعلق ہے، یہ تو ہمارے معاشرے میں بہت عام ہے۔ کتنی ہی چیزوں میں دھوکا دیا جاتا ہے۔ یہ بھی خیانت ہی کی ایک قسم ہے۔ دھوکا اب ہمارا مزاج بن گیا ہے۔ یہ بُرائی ہی نہیں رہی۔ درزی بچا ہوا کپڑا رکھ لیتا ہے اور یہ گمان بھی نہیں کرتا کہ وہ خیانت کر رہا ہے، یہ گناہ ہے۔ یہ کپڑا کسی کی امانت تھی یا بیل (lace) لگوانے دی اور آپ نے ضرورت سے زیادہ دے دی لیکن جو بچ گئی وہ واپس نہ ملی۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ آج کل

دواؤں کے اندر بھی ملاوٹ اور دھوکا عام ہے۔تعمیرات میں ٹھیکے دار دھوکا کرتے ہیں، صحیح مال نہیں لگاتے یا کم لگاتے ہیں۔مشروبات میں ملاوٹ، مصالحہ جات میں ملاوٹ، دودھ دہی میں ملاوٹ، گوشت کو دھو دھو کر وزن بڑھاتے ہیں اور جانور کے اندر پانی انجیکٹ کرتے ہیں۔ بے ایمانی اتنی عام ہوگئی ہے کہ بے ایمانی اور ایمان داری کا فرق ہی لغو ہوگیا ہے۔اور کہیں کہیں تو بے ایمانی اور دھوکے بازی ذہانت کی علامت بن گئی ہے۔اسکولوں اور کالجوں میں تو یہ عام ہے۔ یہ علم کی خیانت ہے، ایسی تعلیم کا کوئی اجر کوئی ثواب نہیں۔ بے ایمانی سے حاصل شدہ علم سے آگے چل کر کیا حلال رزق کمائیں گے اور ایمان کی زندگی کیوں کر گزاریں گے۔

اسی طرح اشتہارات ہی دیکھ لیں۔ کس قدر جھوٹ، مبالغہ آرائی اور دھوکا دہی پر مبنی ہوتے ہیں۔اس پر مستزاد یہ کہ قانونی طور پر اس جھوٹ کے پلندے پر گرفت بھی ممکن نہیں ہے، آپ اگر اشتہاری دعووں کو غلط بھی ثابت کردیں تو کمپنی کا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ اور جو لوگ اس اشتہار میں اداکاری کرتے ہیں وہ بھی جھوٹ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس طرح اتنے بڑے پیمانے پر جھوٹ کو عمدہ بنا کر انسانوں کو خریداری کا حریص بنایا جاتا ہے۔

وعدہ اور خیانت:

''وعدے'' کو مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے عمومی طور پر لیا ہے اور بہت ساری باتوں کو وعدے کے ذیل میں لائے ہیں۔ مثلاً عہدہ تو وعدہ ہے ہی اور زبان (commitment) دینا بھی وعدہ ہے۔ پھر اگر کسی جگہ کا ویزا (visa) لیتے ہیں تو یہ بھی وعدہ ہے۔یعنی آپ وعدہ کرتے ہیں کہ اس ملک کے قوانین کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ جب آپ کسی ہوائی جہاز کا ٹکٹ لیتے ہیں تو اس کی شرائط کے پابند ہوتے ہیں۔ اگر ان شرائط کو نہ مانا تو یہ بھی وعدہ خلافی ہوجائے گی۔ لہٰذا ایسی چیزیں مت لے کر جائیں جو ممنوع ہوں۔ مگر ہم یہاں بھی دھوکا کرتے ہیں۔ جو چیزیں ان ممالک میں لے جانا منع ہے وہ چھپا چھپا کر لے جاتے ہیں، پان یا کوئی اور مصالحہ جات جو باہر

نہیں ملتے اُن کو چھپا کر ساتھ لے جانا کہ کسٹم والے نہ دیکھ سکیں، یہ بھی دھوکا دینا ہے۔ ذرا سوچیں قیامت کے دن ہم اپنے اعمال کس طرح چھپائیں گے، لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ انسانوں کی نظر سے خواہ بچ بھی جائیں مگر اللہ کی نظر سے نہیں بچ سکتے۔ یہ گناہ ہے، چوری ہے اور دھوکا ہے۔

ہوائی سفر میں ایک خاص حد تک سامان لے جانے کی اجازت ہوتی ہے لیکن ہمارے لوگ باہر ملکوں سے واپسی پر ایسی شاپنگ کرتے ہیں، جیسے پاکستان میں کچھ ملتا ہی نہیں۔ اور جب زائد سامان جہاز والے روکتے ہیں تو انھیں بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اس میں بھی امانت کا خیال رکھنا ہے۔ اسی طرح جتنی مدت کا ویزا لیا ہے، اتنے ہی عرصہ رکیں۔ مثلاً لوگ عمرے کا ویزا لے کر سعودی عرب جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ چلو حج تک رہ لیں گے۔ ویزا خود ایک عہد اور امانت ہے، عمرے کے ویزے پر حج کرنا تو زیادتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی ملک کی قومیت لی ہے اور وہاں کے کچھ قوانین دین کے خلاف ہیں تو قومیت ترک کر دیں یا مسافر بن کے رہیں۔ ایسے ممالک میں بسنا اور ان کے قوانین کو نہ ماننا کہاں کا انصاف ہے؟ یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی ملک کی قومیت تو شوق سے لے لیں، شہری ہونے کے ناتے سارے فوائد بھی اُٹھائیں مگر انکم ٹیکس ادا نہ کریں کہ یہ تو دشمن ملک ہے، ہم کیوں ان کو فائدہ پہنچائیں۔ یہ عجیب دوہری منطق (twisted logic) ہے۔ کچھ مسلمانوں کا ان ممالک میں سب سے بڑا جہاد یہی ہے۔ یاد رکھیں یہ کوئی جہاد نہیں ہے، یہ سراسر خیانت اور وعدہ خلافی ہے۔ جس ملک کے جو قوانین ہیں، وہ آپ کو ضرور ماننے ہیں۔ یہاں تک کہ سڑک کے قوانین کو بھی ماننا لازمی ہے۔ اس لیے کہ ہم نے وعدہ کیا ہے کہ ہم یہاں کے شہری ہیں اور یہاں کے قوانین پر عمل کریں گے۔

آج کل معاشرے سے بھروسا بالکل ختم ہو گیا ہے، اعتبار اُٹھ گیا ہے، ہر آن دھڑکا لگا رہتا ہے۔ مثلاً مزدور نے پیسے تو پورے لے لیے ہیں، پتا نہیں کام ٹھیک سے کرے گا یا نہیں۔ دکان دار نے سامان صحیح تول کر دیا یا نہیں۔ اصل چیز خرید رہے ہیں یا نہیں۔ اگر دکان دار نے تو لتے

وقت پیاز کی ڈلی بچالی تو کیا کیا اُس نے؟ اس ڈلی کی وجہ سے اُس کا سارا مال مذموم اور مشکوک ہوگیا۔ معاشرے میں اعتماد کی فضا خراب کی، خیانت کی۔ یہ بھی ایک طرح کا معاشروں پر عذاب ہے کہ اُن میں سے امانت اُٹھ جائے۔ ابھی ہم نے امانت دار تاجر کا مقام پڑھا کہ وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے درمیان ہوگا، جو بے ایمانی نہیں کرتا، وعدہ خلافی نہیں کرتا، خیانت نہیں کرتا۔

ہم عام طور بچوں سے کیے ہوئے وعدے کو وعدہ ہی نہیں سمجھتے اور اس وعدے کو کبھی نہیں نبھاتے۔ بلکہ یہ ایک معمولی چیز سمجھی جاتی ہے۔ اس طرح بچوں کے دلوں میں شروع ہی سے وعدہ پورا کرنے کی اہمیت ختم ہوجاتی ہے۔ جھوٹ بولنے کی عادلت بھی انھیں بڑوں سے پڑتی ہے۔ اور امانت میں بے احتیاطی بھی بچے اپنے بڑوں ہی سے سیکھتے ہیں۔ عموماً بڑے بچوں سے چیزیں لے کر واپس نہیں کرتے، چناں چہ امانت کی اہمیت اُن کے سامنے نہیں آ پاتی۔

امانت کے مختلف مواقع:

امانت کا مفہوم ذہن میں رکھنا چاہیے۔ کسی پر کسی معاملے میں بھروسا کرنا امانت ہے۔ ہاں اگر کوئی بات ہورہی ہے اور آپ سے کسی نے راز میں رکھنے کو نہیں کہا تو پھر آپ کو اختیار ہے۔ یہاں آپ نے صرف اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ سیاق وسباق سے علاحدہ کر کے بات بیان نہ کی جائے۔ محلِ وقوع میں رکھ کر بتائی جائے اور اُس کے اندر غیبت بھی نہ ہو اور اپنی طرف سے کوئی جوڑ توڑ نہ ہو، کسی کی بدنامی یا بے عزتی مقصود نہ ہو۔

مثال کے طور پر کسی کا چھپا ہوا عیب دیکھ لیا اور دیکھنے والے کو کسی نے پابند بھی نہیں کیا کہ اس عیب کو پوشیدہ رکھنا۔ تو یہ ہماری اخلاقی حس بتائے گی کہ ہم یہ عیب اوروں کے سامنے بیان کرتے ہیں یا نہیں، اس بات کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیے۔ یہ تصور کریں کہ اگر میری کوئی ایسی ویسی بات دوسروں کو جا کر کوئی بتائے تو مجھے کیسا لگے۔ کیا مجھے دھوکے (betrayal) کا احساس نہیں ہوگا کہ اس نے میری لاج نہیں رکھی۔ اگر ہمیں اپنے بارے میں یہ احساس ہورہا ہے کہ فلاں

کو مجھے بے عزت نہیں کرنا چاہیے تھا تو خود بھی کسی کا عیب دیکھ کر آگے نہ بتائیں۔ بعض اوقات کوئی لفظوں میں آپ سے نہیں کہتا کہ یہ بات آگے مت کہنا بلکہ یہ مضمر (understood) ہوتی ہے۔ اب مریض تو ڈاکٹر سے نہیں کہتا کہ میرے اس مرض کے بارے میں کسی کو مت بتائیں۔ ڈاکٹر کو خود اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ میں مریض کی بیماری کا کسی سے ذکر نہ کروں۔

اسی طرح میت کو غسل دیتے ہوئے کوئی جسمانی عیب نظر آ گیا تو کسی کو نہ بتایا جائے۔ یہ خیانت ہو جائے گی۔ کیا ہم چاہیں گے کہ مرنے کے بعد ہمارا کوئی عیب کسی کو بتایا جائے۔ یہ ایک بہت آسان سا معیار ہے کہ جو چیز ہمیں اپنے لیے پسند نہیں، وہ دوسروں کے لیے بھی پسند نہیں کرنا چاہیے۔

بعض اوقات سیاق وسباق کے بغیر بات کی جائے تو اس کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو دورانِ گفتگو ہوتی ہیں اور جس مقام ومحل پر گفتگو پہنچی ہوتی ہے اس جگہ کوئی خاص جملہ بالکل مناسب ہوتا ہے۔ لیکن اگر صرف وہ جملہ اُچک کر کسی اور کے سامنے بیان کر دیں تو اُس کا رنگ ہی بدل جائے گا۔ یہ بدترین خیانت ہے کہ آپ نے کسی کی بات کو یوں پیش کیا۔ ہوسکتا ہے دورانِ درس ایک بات ہو رہی ہو تو وہ انتہائی سنجیدہ، بامعنی اور اہم لگ رہی ہو۔ لیکن اس ساری بات میں سے ایک جملہ اُٹھا کر کسی کے سامنے، بچوں کے سامنے یا والدین کے سامنے بیان کرنے سے ہوسکتا ہے، اس بات کا حق ادا نہ ہو سکے بلکہ الٹا اس کا مذاق بن جائے، لوگ کہیں کیا حماقت کی بات ہے۔ اور ایسا عموماً ہوتا ہے۔ اس طرح سے پیش کی گئی بات اپنا وقار کھو بیٹھتی ہے۔

مشورے کی امانت:

مشورے کے بارے میں بھی احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ یہ بھی امانت ہے:

((اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ))[1]

''مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے۔''

دوسروں کو ایسا مشورہ دیں، جیسا آپ اپنے لیے پسند کرتے ہیں، یہ امانت ہے۔

دوسروں کو ایسا مشورہ نہ دیں کہ اُن کو نقصان پہنچے یا اُن کے ساتھ زیادتی ہو جائے، مثلاً کسی بات کے بارے میں آپ کو پتا ہی نہ ہو لیکن آپ پھر بھی مشورہ دینے کے لیے تیار ہو جائیں یا اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے دوسروں کو مشورہ دیں۔ مشورہ دراصل امانت ہے۔ دیکھیں ایک شخص آپ پر بھروسا کر کے آپ سے رہ نمائی کی درخواست کرتا ہے کہ آپ اُسے بہترین مشورہ دیں گے۔ کسی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا بھی خیانت ہے، امانت کا مفہوم ذہن میں وسیع رکھیں، تو اگر آپ نے پُر خلوص مشورہ نہ دیا تو خیانت کی۔ بعض رشتے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان میں سے کسی نے آپ سے مشورہ مانگا اور انسان کو یہ محسوس ہوا کہ اگر میں نے اس کے فائدے کا مشورہ دے دیا، اس کو صحیح مشورہ دیا تو اس کا فائدہ ہوگا اور میرا نقصان ہو جائے گا تو بعض دفعہ انسان مشورہ دیتے وقت سامنے والے کا فائدہ دیکھنے کی بجائے، اپنا فائدہ دیکھتے ہوئے اس کو مشورہ دیتا ہے، یہ خیانت ہے۔ مشورہ مانگنے والے کا فائدہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ مشورے کو مشورے کی طرح دیا جائے، حکم کی طرح نہیں اور یہ توقع کرنا کہ اب وہ ضرور میرے مشورے کو مانے گا اور اگر وہ نہ مانے تو ناراض ہونا۔ پھر تو یہ حکم ہوا مشورہ نہ ہوا۔ مشورہ کے اندر تو اختیار (choice) ہوتا ہے کہ وہ آپ کی بات قبول کرنا چاہے یا نہ کرنا چاہے۔

دفتر کے متعلق امانت:

دفتر میں جیسا کہ عام طور پر کاغذ، پنسل، فوٹو اسٹیٹ مشین، ٹیلی فون اور دیگر کئی چیزیں ہوتی ہیں۔ تو دفتر کی چیزوں کو صرف دفتری امور ہی کے لیے ہی استعمال کرنا چاہیے۔ آفس کے قلم اور دیگر سامان ذاتی کاموں میں استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بھی خیانت ہے۔ معاشی معاملات میں خیانت ہے، گھر والوں اور بچوں کے ساتھ بڑی زیادتی ہے کہ اُن پر خیانت سے کمایا ہوا مال خرچ کیا جائے۔ یا آفس نے آپ کو یہ سہولت دی ہوئی ہے کہ کاروباری حکمت عملی کے لیے آپ کسی کو کھانا کھلا سکتے ہیں، اپنے گاہک کو یا کسی خاص آدمی کو اور اس کا خرچہ کمپنی اُٹھائے گی۔ اب آپ اس سہولت کو اپنے گھر والوں پر استعمال کریں، اپنے بیوی

(۱) ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی المشورہ

بچوں کو کھانا کھلانے لے جائیں تو یہ غلط ہے۔

یا آفس نے آپ کو صرف دفتری کام کے لیے گاڑی کی سہولت (facility) دی ہوئی ہے تو اُسے بغیر اجازت ذاتی کاموں میں مت استعمال کریں۔ لیکن اگر آپ کے ملازمتی معاہدے میں (service contract) یہ تمام سہولیات ذاتی استعمال میں لانے کی اجازت ہے تو ذاتی معاملات کے لیے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حد کے اندر اندر ہونا چاہیے یہ نہیں کہ پورے پاکستان دفتر کی گاڑی میں گھوم پھر رہے ہیں۔ صرف دفتری کام اور شہر کے اندر گھریلو ضروریات تک ہی استعمال رہنا چاہیے۔

کمپنی کی رعایت میں خیانت:

اسی طرح بعض کمپنیوں کی طرف سے (free medical) بھی ملتا ہے۔ ڈاکٹر کی فیس، دوائی، آپریشن کا خرچ وغیرہ۔ اس میں بھی بعض لوگ بہت ناجائز چیزیں شامل کر دیتے ہیں۔ بچوں کے دودھ کے ڈبے، کاسمیٹک دوائیاں وغیرہ یہ سب ناجائز ہے۔ کمپنی ان چیزوں کی ذمہ دار نہیں اور نہ ہی یہ علاج معالجے کی مد میں آتی ہیں۔ یہ بہت بڑی بے ایمانی ہے، امانت میں خیانت ہے۔ بعض لوگ کسی اور کا علاج کروا کے بل اُس کے نام کا بنوا دیتے ہیں جس کو کمپنی نے سہولت دے رکھی ہے۔ مثلاً بیٹی ماں سے کہے کہ آپ علاج کروا لیں اور بل میرے نام سے بنوا لیں جو کمپنی ادا کر دے گی۔ یہ خیانت کی بڑی مثال ہے۔

جہاز کی چیزوں میں خیانت:

بعض لوگ ہوائی جہاز سے اترتے ہوئے بیت الخلاء (wash rooms) کی معمولی چیزیں اٹھا لیتے ہیں، بلکہ بعض تو کمبل اور تکیے تک اپنے ہینڈ بیگ میں ٹھونس لیتے ہیں۔ کھانے کے بعد کانٹے اور چمچے اپنے ساتھ لے آتے ہیں۔ یہ سب معمولی چیزیں ہیں مگر خیانت اور چوری کا گناہ وہی ہے۔ ان دونوں میں بال برابر فرق نہیں۔ ان حقیر اور معمولی چیزوں کے لیے انسان اپنا گراں مایہ ایمان گنوا بیٹھتا ہے۔ یہ مؤمن کے لیے کسی طور پر مناسب نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ)) (۱)

''اگر کسی نے مسلمان کی کوئی چیز لی تو اللہ نے اس پر (جہنم کی) آگ واجب کر دی اور اس پر جنت حرام کر دی'' صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے پوچھا ''کہ کوئی معمولی سی چیز بھی، آپ ﷺ نے فرمایا پیلو کی ایک ٹہنی بھی۔''

درخت کی شاخ (branch) نہیں بلکہ چھوٹی سی ٹہنی (twig) بھی کسی کی بغیر پوچھے لی ہے یا دھوکا دے کر لی ہے تو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ مومن کو اپنی شایان شان زندگی گزارنا چاہیے، غنی ہو کر زندگی گزارنا چاہیے۔ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لالچ میں نہ آئیں۔ چوری تو دُور کی بات ہے یہ جو ہوٹلوں کے کمروں میں چھوٹی موٹی چیزیں رکھی ہوتی ہیں، وہ اس لیے ہوتی ہیں کہ یہ چیزیں دورانِ قیام استعمال کی جائیں گی، انھیں سمیٹ کر گھر لے آنا بہت ہی گھٹیا حرکت ہے۔ خیانت کے علاوہ اس سے حرص و ہوس بھی ٹپکتی ہے۔

اسی طرح ہوٹل میں بہت سارے کاغذی رومال (tissue papers) لاکر رکھ دیے جاتے ہیں، نمک اور کالی مرچ وغیرہ رکھی جاتی ہیں۔ اب اگر کسی کے دل میں یہ آئے کہ نمک مرچیں تو کسی وقت کام آسکتی ہیں اور رومال بھی وقت بے وقت کام آجاتے ہیں، اس لیے یہ ساری چیزیں بیگ میں رکھ لیں، یہ انتہائی غیر مناسب بات ہے۔ اُنہوں نے یہ سب سامان اس لیے دیا تھا کہ یہ آپ اُسی مقام پر استعمال کریں گے، گھر لے جانے کو نہیں دیا تھا، یہ خیانت بھی ہے اور کریہ النظر بھی ہے۔

یا پھر آپ کسی ایسے ہوٹل میں گئے، جہاں ایک خاص رقم ادا کرنے کے بعد جتنا مرضی کھا سکتے ہیں، کوئی پابندی نہیں ہے۔ ان کا بھروسا اور امید یہ ہے کہ جتنا آپ کو کھانا ہوگا، آپ اُتنا

---

(۱) مسلم کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم

ہی نکالیں گے۔ اُنہوں نے یہ نہیں سوچا ہوگا کہ آپ کھانا ضائع کریں گے۔ یہ بھی ایک طرح کی خیانت ہے۔ اسراف میں تو یہ یقیناً آجاتا ہے جو کہ سخت ناپسند ہے، بہت گری ہوئی حرکت ہے، لالچ اور حرص کا اظہار ہے، ساتھ ساتھ رزق کی بے حرمتی اور سخت ناقدری بھی ہے۔ شادی بیاہوں میں بھی اس طرح کتنا ہی کھانا ضائع ہوتا ہے۔

پبلک مقامات وغیرہ کی خیانت:

حکومت اگر کوئی آرام گاہ یا باغ بناتی ہے تو ہماری سہولت کے لیے بناتی ہے۔ آپ ان جگہوں کو امانت سمجھ کر استعمال کریں۔ کچرا نہ پھینکیں، چیزیں مت توڑیں، بچوں کے جھولوں پر بڑے بیٹھ کر اُن کا ستیاناس نہ کریں، جھاڑیاں اور پھول بھی امانت ہیں۔ یہ سب کسی اور کی ملکیت ہیں۔ وہاں سے پھول توڑنا خیانت ہے، پودے اور پھول مت توڑیں، بعض لوگ چلتے چلتے چھڑی سے پودوں کو مارتے چلے جاتے ہیں، چلتے چلتے راستے کے قریب پودوں کے پتے نوچتے چلے جاتے ہیں، یہ خواہ مخواہ چیزوں کو خراب کرنا ہے۔

ایک دفعہ ایک پاکستانی جاپان گئے اور ایک ریل گاڑی میں سفر کیا۔ وہاں کی ریل گاڑیاں بہت آرام دہ (luxurious) ہوتی ہیں اور بہت ہموار (smoothly) چلتی ہیں۔ ساتھ میں ایک جاپانی مسافر بھی بیٹھا تھا اور کافی پی رہا تھا۔ اتفاقاً کچھ ہلکا سا جھٹکا لگا تو کافی کے چند قطرے نیچے گر گئے۔ یہ جاپانی اُٹھا، اپنی کافی کا کپ کافی ہولڈر میں رکھا، ایک گیلا tissue لے کر آیا اور قالین کو رگڑ کر صاف کیا، کافی کا داغ مٹا دیا۔ جن اقوام کو امانت کا شعور ہوتا ہے وہ قومیں ترقی کرتی ہیں۔ ہمارے ہاں تو سرکاری املاک کی حفاظت اور امانت کا تصور بھی نہیں پایا جاتا کہ ہمارے لوگ پاکستان میں اس طرح سرکاری املاک (public property) کا خیال رکھیں۔

گھریلو مکالمات میں خیانت:

فرض کریں آپ کے کسی دوست کے بیٹے نے آپ کے بیٹے کو ایک دن اپنے گھر پر

گزارنے کی دعوت دی۔آپ نے اپنے بیٹے کو بھیج دیا، جب بیٹا واپس آیا اورآپ نے اُس سے پوچھنا شروع کیا، بتاؤ وہاں کیا کیا ہوتا ہے، کیا کھایا، کیا باتیں ہوئیں، یہ کیسے ہوا وہ کیسے ہوا وغیرہ یہ مناسب نہیں، یہ بھی خیانت ہے۔ بچوں سے اس طرح جاسوسی مت کروائیں۔ ہاں یہ پوچھ سکتے ہیں کہ تم نے سارا دن کیا کیا، کیا کھیل کھیلے، یہ ضرور معلوم کرنا چاہیے کہ کہیں آپ کا بچہ کسی غلط کام میں مشغول تو نہیں رہا۔ اس نیت سے پوچھنا تو ٹھیک ہے لیکن یہ پوچھنا کہ گھر میں کیا ہورہا تھا؟ گھر میں کون کون رہتا ہے؟ نوکر چاکر ہیں؟ دادا دادی رہتے ہیں، عورتیں پردہ کرتی ہیں یا نہیں؟ نوکروں کے سامنے بغیر نقاب کے آتی ہیں یا نہیں؟ اوراُس معلومات کی بنا پر نفاق کا فیصلہ بھی صادر کردیا کہ دیکھا! سب منافق ہیں۔ اور پھر بے رخی اختیار کرلی، خود تعلقات بگاڑ لیے اور تجسس کرکے گناہ گار بھی بنے۔ایسے سوالات انتہائی غیر مناسب ہیں۔اپنے بچوں سے اُن کے دوستوں کے گھریلو معاملات کے بارے میں کھوج لگانا، یہ اچھی چیز نہیں۔

اب ایک خاتون ہے جو کہ پردہ اور حجاب کی پابند ہے۔ وہ کیوں پردہ کرتی ہے؟ اس لیے کہ وہ اپنی زینت چھپانا چاہتی ہے، اپنا چہرہ چھپاتی ہے، اپنا جسم چھپانا چاہتی ہے، وہ نہیں چاہتی کہ اُس کے بارے میں کسی غیر مرد کو پتا چلے۔اب اگر کسی غیر مرد کے سامنے جاکر اُس خاتون کا حلیہ، روپ رنگ، ناک نقشہ، ڈیل ڈول وغیرہ سب بتادیا جائے۔تو اس کا پردہ تو زائل ہوگیا نا!

میاں بیوی کے متعلق ضروری بات:

ایک بات یہاں بیان کرنا ضروری ہے کہ عورت کبھی شوہر کے سامنے غیر عورت کے حسن کی تعریف نہ کرے۔ باپردہ عورت کی تو کبھی بھی نہ کرے۔ یہ تو خیانت کا بھی ارتکاب ہے اور اپنے شوہر کو بھی جو اس کا نامحرم تھا، فتنے میں مبتلا کرنے کا باعث ہے۔ان باتوں کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔

اسی طرح شوہر کے رازوں کی حفاظت بھی امانت سمجھ کر کرنی چاہیے۔قرآن میں آیا ہے کہ:

﴿فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ﴾ (النساء: ۳۴)

''وہ شوہر کے رازوں کی حفاظت کرنے والیاں ہوتی ہیں۔''

شوہر کے ساتھ جو بھی معاملات ہیں، شوہر کے راز، اُس کی عزت اور گھر بار وغیرہ امانت ہیں۔اُن میں دوسروں کے شریک نہیں کیا جاسکتا۔ یا بعض دفعہ شوہر اپنی کم زوریاں، اپنے خدشات یا شکوے شکایات بیوی سے کرتا ہے، ان کو اوروں تک پہنچانا سخت خیانت ہے۔

کرایہ کے گھروں کی خیانت:

کرایے کے گھروں پر قبضہ کر کے بیٹھ جانا، کسی صورت خالی نہ کرنا، مالک مکان کو تنگ کرنا یہ تو سو فی صد خیانت ہے۔ کیوں کہ گھر امانت کے طور پر کرایے پر دیا جاتا ہے اور مالک مکان معاہدہ کرتا ہے کہ جب ہم مکان خالی کرنے کو کہیں تو آپ دو تین مہینے میں خالی کردیں گے۔ اگر آپ اس معاہدے کی پاس داری نہیں کرتے تو یہ سو فی صد خیانت ہے۔

بجلی میں خیانت:

بجلی کی چوری بھی سراسر خیانت ہے۔ بجلی کا میٹر بند کرنا یا پھر وہ کارندہ جو ہر مہینے بجلی کا میٹر چیک کرنے آتا ہے اُس کو ہزار پانچ سو روپے ماہ وار دے کر من مرضی کا بل بنوانا۔ یہ حکومت کے ساتھ خیانت ہے۔ اس طرح یہ خیانت بدترین چوری بھی بن جاتی ہے۔

کیا بچوں پر نظر رکھنا خیانت ہے؟

کسی کے نجی خطوط پڑھنے کی ممانعت کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ کسی کے خط پر نظر دوڑانا، آگ میں نظر جھونکنے کے برابر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ماں چاہتی ہے کہ میں اپنے بچوں پر نظر رکھوں تو کیا وہ ان کی چیزیں بغیر اجازت دیکھ سکتی ہے۔ جی ہاں! لیکن اس میں مناسب بات یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اعتماد میں لے اور سب کو اُن کے معیار کے مطابق اچھائی اور بُرائی سے آگاہ کرے اور بچوں کو بتادے: ''میں جب چاہوں گی، تمہارے بستے دیکھوں گی، الماری چیک کروں گی، تمہارا موبائل چیک کروں گی۔''

سسرال کی باتیں امانت ہیں:

اگر آپ کے سسرال میں سب اکٹھے رہتے ہیں۔ دس طرح کی باتیں ہوتی ہیں، کبھی اونچ نیچ ہوجاتی ہے، نند اور ساس میں تلخ کلامی ہوجاتی ہے غرض جتنا بہو کو پتا ہوتا ہے، اتنا کسی اور کو نہیں پتا ہوتا اور وہ اپنے سسرال کا سب اگلا پچھلا جانتی ہے۔ لیکن دھیان رہے کہ سسرال کی باتیں امانت ہیں۔ ان کو میکے میں جا کر بتانا بد دیانتی ہے اور بہت بڑی خیانت ہے۔ ہر گھر میں ایسے معاملات ہوتے رہتے ہیں، سب کی کچھ نہ کچھ کم زوریاں ہوتی ہیں۔ سب کے معاملات میں بناؤ اور بگاڑ آتے رہتے ہیں۔ ان باتوں سے زیادہ دل چسپی نہ رکھیں اور نہ انھیں کہیں جا کر موضوع سخن بنائیں ورنہ یہ تو گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے والا معاملہ ہوجائے گا۔

میکے کی امانت:

اسی طرح میکے کی باتیں سسرال آ کر نہ بتائیں، سوائے مشورہ کی غرض سے، اس کی گنجائش ہے کہ کوئی مشورہ درکار ہو۔ بعض دفعہ انسان کو کسی پر بھروسا ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کوئی عورت سسرال اور میکے کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے اُسے شریکِ خیال کرتی ہو، اُسی سے مشورہ لیتی ہو یہ اور چیز ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو خود اپنی ساس پر بھروسا ہو اور وہ اپنے میکے کے کچھ معاملات ساس کو بتا کر اُس سے مشورہ لینا چاہتی ہو تو یہ اور بات ہے۔ لیکن سسرال میں بیٹھ کر کھلم کھلا اپنی بھابھیوں کی بُرائیاں کرنا یہ چیز مناسب نہیں ہے۔

تاک جھانک کی خیانت:

کسی کے گھر میں جھانکنا بھی خیانت ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ راہ چلتے چلتے بے اختیار گھر میں جھانک لیتے ہیں۔ یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

نوکروں کے ذریعے کسی کے گھر کے حالات معلوم کرنا:

نوکروں کے ذریعے بھی لوگوں کے گھروں کے حالات دریافت کیے جاتے ہیں۔ چوں کہ کام کرنے والیاں آس پاس کئی گھروں میں کام کرتی ہیں۔ اب ان سے پوچھنا ''پڑوس

میں کیا چل رہا ہے'' یہ بھی خیانت ہے۔آپ نے ایک طرح سے اس عورت کو گناہ پر آمادہ کیا اور اُس نے کسی کا بھروسا توڑا یا پھر مشترکہ خاندانی نظام میں ایک کام کرنے والی گھر میں سب کا کام کرتی ہے۔اس سے پوچھنا کہ دیورانی یا ساس کیا کیا کر رہی تھیں یا کیا باتیں کر رہی تھیں۔ یہ سب باتیں بھی خیانت میں چلی جائیں گی۔

مسجد نبوی سے چوری:

مسجد نبوی میں ہر زبان کے قرآن مجید رکھے ہوتے ہیں۔کسی نے بتایا ہے کہ اب وہاں ترجمے والے قرآن نہیں رکھے جاتے، کیوں کہ بہت سے لوگ اپنی اپنی زبان والے ترجمے اُٹھا کر ساتھ لے جاتے تھے۔بغیر اجازت کسی بھی چیز کا اُٹھا لینا چوری شمار ہوتا ہے کجا مسجد نبوی سے چوری کرنا! یہ تو اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔کتنی عبرت کی بات ہے کہ رحمت للعالمین کی مسجد میں گئے اور وہاں سے اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔وہ مصاحف امانت تھے۔انہوں نے اس نیت سے رکھے تھے کہ لوگ یہ قرآن یہیں پڑھیں گے اور پھر رکھ کر چلے جائیں گے۔

سب سے بڑی خیانت:

اور ہم سب سے بڑی خیانت اللہ کے ساتھ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا تھا۔

﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ.... بَلٰى شَهِدْنَا﴾ (سورۃ اعراف:۱۷۲)

''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ہم سب نے کہا تھا کیوں نہیں! ہم گواہ ہیں۔''

اس گواہی کے باوجود شرک کرنا یا اللہ کو اللہ کا حق نہ دینا، یہ بھی یقیناً خیانت کی بدترین شکل ہے۔

اساتذہ کی خیانت:

کوئی ٹیچر وقت کی پابندی کا خیال نہیں رکھتا۔سرکاری درس گاہوں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اسکول موجود ہے لیکن اساتذہ نہیں آتے۔تنخواہیں لیتے ہیں، سہولیات بھی استعمال کرتے

ہیں مگر سرکار کی طرف سے جو ذمہ داری سونپی گئی ہے اور جس ذمہ داری نبھانے کا انھوں نے وعدہ کیا ہے، اُس کا کوئی احساس نہیں کہ ہم خیانت کر کے گناہ گار ہو رہے ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے ہاں یہ فضا بہت عام ہے۔ اپنی ذمہ داری، اپنے عہدے اور وعدے کی نزاکت محسوس نہ کرنا اور اس کا حق ادا نہ کرنا۔ بہت سے لوگ چھٹی لینے کے لیے ڈاکٹروں سے جعلی سرٹیفکیٹ لکھوا کر لے آتے ہیں۔فون کر کے بیماری کا بہانہ بنا دیتے ہیں اور کسی ذاتی کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔دفتر سے غائب ہو جاتے ہیں۔یہ جھوٹ بھی ہے، خیانت بھی ہے اور دھوکا بھی ہے۔ بیمار نہیں ہوتے، مگر دفتر فون کر کے کہہ دیتے ہیں کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں، میں نہیں آؤں گا اور گھر پر رہ کر کوئی ذاتی کام کر لیتے ہیں۔یہ صریح جھوٹ ہے۔

ہمیں پورے شعور کے ساتھ خیانت کا احساس کرنا ہوگا۔خیانت کے کئی پہلو ہیں اور نہ صرف مال واسباب بلکہ افکار وخیالات میں بھی خیانت ہوتی ہے۔تبھی تو قرآن میں الفاظ آتے ہیں:

﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ (سورۃ المؤمن:۱۹)

''اللہ تو جانتا ہے نظروں کی خیانت اور دل جو چھپاتے ہیں۔''

نامحرم کو دیکھنا نظروں کی خیانت ہے اور نامحرم کے بارے میں سوچنا اُس کے تصور سے لطف اندوز ہونا، ذہن کی خیانت ہے۔خیانت کی ہر صورت سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بہت دُعا کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ ہمیں امانت دار بنا دے۔ایمان دار بنا دے اور عہد کی پابندی کرنے والا بنا دے۔آمین!

تنظیمِ اسلامی

67-A، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور، 54000

فون: 36316638، 36366638، 36293939

ای میل: markaz@tanzeem.org www.tanzeem.org

مراکز حلقہ جات

	فون	موبائل	ای میل
مالاکنڈ	0945-601337	0345-9535797	timergara@tanzeem.org
پشاور	091-2262902	0333-9244709	peshawar@tanzeem.org
اسلام آباد	051-2840707	0333-5567111	islamabad@tanzeem.org
راولپنڈی	051-4866055	0333-5382262	rawalpindi@tanzeem.org
مظفرآباد	0992-504869	0300-7879787	muzaffarabad@tanzeem.org
گوجرخان	051-3516574	0321-5564042	gujjarkhan@tanzeem.org
گوجرانوالہ	055-3891695	0300-7446250	gujranwala@tanzeem.org
گلبرگ لاہور	042-35845090	0300-4708607	lahoreeast@tanzeem.org
سمن آباد لاہور	042-37520902	0323-8269336	lahorewest@tanzeem.org
عارف والا	0457-830884	0300-4120723	arifwala@tanzeem.org
فیصل آباد	041-2624290	0321-6676695	faisalabad@tanzeem.org
سرگودھا	048-3713835	0300-9603577	sargodha@tanzeem.org
ملتان	061-6520451	0321-6313031	multan@tanzeem.org
سکھر	071-5807281	0345-5255100	sukkur@tanzeem.org
حیدرآباد	022-2106187	0333-2608043	hyderabad@tanzeem.org
یاسین آباد کراچی	021-34816580	0345-2789591	karachinorth@tanzeem.org
سوسائٹی کراچی	021-34306041	0333-3503446	karachisouth@tanzeem.org
کوئٹہ	081-2842969	0346-8300216	quetta@tanzeem.org

تنظیمِ اسلامی کا پیغام نظامِ خلافت کا قیام

تنظیمِ اسلامی

مروجہ مفہوم کے اعتبار سے

نہ کوئی سیاسی جماعت ہے نہ مذہبی فرقہ

بلکہ ایک اصولی

اسلامی انقلابی جماعت

ہے جو اولاً پاکستان اور بالآخر ساری دنیا میں

دینِ حق

یعنی اسلام کو غالب کرنے یا دوسرے لفظوں میں

نظامِ خلافت

کو قائم کرنے کے لیے کوشاں ہے!

بانئ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

امیرِ تنظیم: حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ